بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعلیم الایمان

عقیدۂ آخرت
ھی
ایمان میں جان پیدا کرتا ہے!

مصنف
عبداللہ صدیقی

زیر سرپرستی
حضرت مولانا محمد مصطفیٰ مفتاحی مدظلہ
(شیخ الحدیث دارالعلوم سبیل السلام)

ناشر
عظیم بک ڈپو دیوبند

جملہ حقوق غیر محفوظ

بغیر کسی تبدیلی کے چھپوانے کی اجازت ہے۔

نام کتاب: عقیدۂ آخرت ہی ایمان میں جان پیدا کرتا ہے

مصنف: محمد عبداللہ صدیقی

سنہ اشاعت: مارچ ۲۰۰۹ء

تعداد: ۵۰۰

کمپیوٹر کتابت: محمد کلیم الدین سلمان قاسمی: 9963770669

قیمت:

ملنے کا پتہ

AZEEM BOOK DEPOT

JAMA MASJID ISLAMIA BAZAR, DEOBAND U.P.

Ph.No: 01336-223845, Mobile: 09319525634, 9411485040

E.mail: AZEEMBOOKDEPOT@HOTMAIL

نوٹ: ۔ایصال ثواب کیلئے یا تبلیغ دین اسلام کی غرض سے تقسیم کیلئے اگر کوئی کتاب حاصل کرنا چاہیں تو قیمت میں رعایت ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ
عقیدۂ آخرت ایمان کا دل ہے	4
عقیدۂ آخرت انسانی فطرت کے مطابق ہے	7
عقیدۂ آخرت ہی ایمان میں جان پیدا کرتا ہے	9
عقیدۂ آخرت انسانوں کے دلوں پر حکومت کرتا ہے	13
عقیدۂ آخرت کا خوب چرچا کیا جائے	15
اصلاح معاشرہ بھی عقیدۂ آخرت کو مضبوط کرتا ہے	17
سورۂ فاتحہ عقیدۂ آخرت کو بار بار یاد دلاتی ہے	19
عقیدۂ آخرت میں شک یا کمزور ایمان والوں کا اسلام سے برائے نام تعلق ہوتا ہے	21
کائنات کی ہر چیز جوڑا جوڑا ہونے کی وجہ سے نفع بخش اور مقصدیت رکھتی ہے	24
دنیا کی زندگی کیلئے آخرت کو برباد نہیں کیا جاسکتا	25
آخرت کا سامان دنیا ہی کے بازار میں ملتا ہے	29
دوبارہ زندہ ہونے کے انکار کی دو بڑی وجہیں	30
کیا موت کے بعد زندگی ختم ہوجاتی ہے؟	33
انسانوں کی زندگی کا ریکارڈ محفوظ کیا جارہا ہے	35
انسانی زندگی کے دو حصے ہیں	37
دنیا ہی کی زندگی انسان کے جنت یا جہنم بنانے کی جگہ ہے	38
آخرت کا انکار اور اقرار کرنے والوں کی زندگیاں یکساں نہیں ہوتیں	39
خوف اور محبت ہی سے اعمال صالحہ اختیار کئے جاتے ہیں	43
عقیدۂ آخرت کا یقین ہونا ضروری ہے	47
قرآن نے آخرت کے حق الیقین کی تعلیم دی	52
دنیا کی چیزوں کی طرح عقائد واعمال کے بھی اثرات اور نتائج ہیں	53
دنیا کی زندگی میں عذاب یا انعام کیوں نہیں؟	56
مرنے کے ساتھ ہی انسان کو جنت یا دوزخ کیوں نہیں دے دی جاتی؟	60
دنیا میں صحیح انصاف کیوں نہیں ہوسکتا؟	61
دنیا میں آخرت کے تعلق سے پانچ عقائد	66
دنیا میں آخرت کا انکار کرنے والوں کو سمجھانے کا طریقہ	67
انسان ذرات میں پھیلا ہوا تھا	74
سائنس اور عقل موت کے بعد کی زندگی کی معلومات نہیں دے سکتیں	75
دنیا میں جنت ودوزخ کے نمونے	77
حضرت عیسیٰؑ کے خون کے کفارہ کا عقیدہ	79
بزرگوں کے وسیلے سے نجات پانے کا تصور	81
بار بار جنم لینے کا عقیدہ	87
اسلام کا عقیدۂ آخرت	92
موجودہ مسلمان اور صحابہؓ کی زندگیوں کا فرق	99
عقیدۂ آخرت کو مضبوط کرنے کی مشق اور تربیت کا آسان طریقہ	108
غیر مسلم، جنازوں میں شرکت کے باوجود غافل ہی رہتے ہیں	111

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقیدۂ آخرت ہی ایمان کا دل ہے!

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی o (الاعلیٰ:)

بلکہ تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو جبکہ آخرت اس سے کہیں بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

''ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے اور ایمان کا دل عقیدۂ آخرت ہے''۔

دار الاٰخرۃ یہ وہ مشہور لفظ ہے جو کثرت سے اردو زبان میں بھی بولا جاتا ہے' ان پڑھ سے ان پڑھ انسان آخرت کا لفظ بول کر اس کی حقیقت کو سمجھتا ہے اور جانتا ہے' اس کو یوم جزاء اور Day of Reward بھی کہتے ہیں' اس سے اس عقیدہ کا صاف صاف مفہوم سمجھ میں آتا ہے یعنی وہ دن جسمیں اعمال کی جزاء دی جائیگی' اسکو یوم الدین اور Day of Judgement بھی کہتے ہیں یعنی فیصلہ کا دن ایمان بالآخرت کے معنی ہیں آخرت کو سچا مان کر ایمان لانا۔

اللہ پر ایمان لانے کے بعد جس چیز پر ایمان لانے اور یقین پیدا کرنے پر اسلام سب سے زیادہ زور دیتا ہے وہ یہی عقیدۂ آخرت ہے یعنی مرنے کے بعد ایک دن زندہ ہوکر اپنی زندگی کا حساب دینا ہوگا' حضور ﷺ نے توحید کے بعد جس عقیدہ کو ماننے کی سب سے زیادہ تعلیم دی وہ یہی عقیدۂ آخرت ہے' دنیا میں جتنے پیغمبر آئے انہوں نے ایک ہی دین کو پیش کیا اور ان کی بنیادی تعلیم یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کو ایک اور اکیلا مانو، اسی کی عبادت کرو اور ہم پر بحثیت پیغمبر ایمان لاؤ اور مرنے کے بعد ایک دن دوبارہ زندہ ہوکر حساب دینے اور جزاء و سزا پانے کا یقین رکھو، ہر ایک نے اللہ کے پاس پکڑ اور جواب دہی کی تعلیم دی، کوئی شخص کامل مسلمان اور مکمل ایمان والا اس وقت تک ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ اس کو عقیدۂ آخرت پر صرف ایمان ہی نہیں بلکہ کامل یقین بھی ہو، اگر ذرا سا بھی شک وشبہ ہوتو وہ صحیح ایمان والا نہیں بن سکتا بلکہ ایمان کے دائرہ سے خارج ہوجاتا ہے، اس کا ایمان ایمان نہیں کہلاتا، آخرت پر

ایمان دراصل حق الیقین کے درجہ کا ہونا ضروری ہے، آخرت کا انکار قرآن مجید کے بہت بڑے حصے کا انکار ہوجاتا ہے، یہ ایمان کا دل ہے، اگر اس میں خرابی آجائے تو انسان ایمان کے تقاضے صحیح طریقے پر پورے نہیں کرسکتا۔

جس طرح ہم آگ سے جلنے کا، پانی میں ڈوبنے کا، سانپ کے کاٹنے کا یقین رکھتے ہیں اسی طرح مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوکر حساب دینے کا یقین رکھیں، ہماری آنکھیں غلط دیکھ سکتی ہیں، کان غلط سن سکتے ہیں، مگر آخرت کی تمام باتیں جنہیں محمد ﷺ نے بیان فرمایا ہے وہ سچی اور صحیح ہوں گی چاہے وہ ہماری عقل وفہم میں آئے یا نہ آئے، عقیدۂ آخرت کو عقلی اعتبار سے نہیں سمجھایا جاسکتا، البتہ محمد ﷺ نے جس طرح سمجھایا ہے ان باتوں کو صحیح مان کر ایمان لایا جائے اور یقین کیا جائے تو اسی تعلیم کی روشنی میں عقیدۂ آخرت کو سمجھایا جاسکتا ہے، اگر یہ عقیدہ انسانی فکر وخیال سے ہٹادیا جائے تو پھر انسانی معاشرہ جنگلی جانوروں کا معاشرہ بن جائیگا، جانور اللہ تعالیٰ کے پاس جزاء اور سزا کا احساس رکھ کر اور پکڑ کا احساس رکھ کر کوئی عمل نہیں کرتا۔

اس دنیا کو ختم کر کے دوسرا عالم برپا کیا جائے گا!

يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارُ۔

اس دن جبکہ لوگ بے پردہ ہوں گے اللہ سے انکی کوئی بات چھپی ہوئی نہ ہوگی (اس روز پکار کر پوچھا جائیگا) آج بادشاہت کس کی ہے؟ (آواز آئے گی) اللہ واحد قہار کی! (المؤمن:١٦)

تمام پیغمبروں نے اس بات کی تعلیم دی کہ دنیا کی ہر چیز کی عمر مقرر ہے، جس طرح انسان، جانور، پودے اور درخت ایک مقررہ وقت تک زندہ رہنے کے بعد مرجاتے ہیں اسی طرح کائنات کی ہر ہر چیز سورج، چاند، ستارے، سیارے، زمین، آسمان، ہوا، پانی، پہاڑ، سمندر سب کے سب ایک مقررہ وقت تک باقی رہیں گے، جب کائنات کی عمر مکمل ہوجائے گی تو اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے صور پھونکیں گے اور یکدم کائنات کی تمام چیزیں ختم ہوجائیں گی اور کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔

اس روز سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی باقی نہیں رہے گا، اس روز اللہ تعالیٰ پوچھے گا ''لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْم ؟ آج کس کی بادشاہت ہے'' تو آواز آئیگی ''لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّا رِ! صرف اللہ تعالیٰ کی جو قہار ہے اسی کی بادشاہت ہے''۔

اس سوال کا مطلب یہ ہوگا کہ کہاں ہیں وہ بڑے بڑے دنیا کے سلاطین اور بادشاہ جو دنیا میں اپنی حکومت اور بادشاہت کا ڈنکا بجایا کرتے تھے؟ کہاں ہیں وہ بڑی بڑی حکومتیں والے جنہیں اپنی فوج، ہتھیار اور طاقت پر گھمنڈ تھا؟ جن کو بیوقوف اور احمق لوگ سب کچھ سمجھ کر سجدے کرتے، خدا مانتے، غلامی کرتے اور ان کے حکموں پر دوڑتے تھے اور وہ گھمنڈی اپنا حکم چلا کر اپنی خدائی چلاتے تھے، کہاں ہیں وہ زمین پر مالک ہونے کا دعویٰ کرنے والے؟ کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے کمزور بندوں کو دبا کر ستاتے، فساد برپا کرتے اور اپنی طاقت ہی کو سب کچھ سمجھ کر قتل وخون اور غارت گری کیا کرتے تھے اور ناحق میرے بندوں کا قتل کرتے تھے؟ کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے اِس دن کو جھٹلایا، قیامت کا انکار کیا، میرے نبیوں کا انکار کیا، میری کتاب کا انکار کیا اور میرے احکام وقوانین کا مذاق اڑایا اور انکار کیا، اور مجھ سے ملنے اور میری جنت ودوزخ کا انکار کیا؟ کہاں ہیں وہ لوگ؟ اب کیوں مرے پڑے ہیں؟ اب کیوں ان کا زور اور دبدبہ نہیں چل رہا ہے؟ اب کیوں وہ اپنا حکم نہیں چلاتے؟ اب کیوں اپنی فوج، ہتھیار اور طاقت نہیں لاتے؟ پھر خود ہی آواز آئے گی: لِلّٰـــهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّار! بادشاہت تو اصل اللہ واحد قہار کی ہے۔

بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد وغیرہ کی حدیثوں کا مفہوم ہے: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، دورانِ خطبہ میں یہ آیت تلاوت فرمائی: و الارض جـمـيـعـــاً قبـضـتـهٗ يـوم القيامة و السموات مطويّٰتٌ بيمينهٖ (الزمر) ترجمہ: آسمان اور زمین قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی مٹھی میں ہوں گے، اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں (یعنی ستاروں) کو اپنی مٹھی میں لیکر اس طرح پھرائے گا جیسے ایک بچہ گیند پھراتا ہے اور فرمائے گا

میں ہوں خدائے واحد، میں ہوں بادشاہ، میں ہوں جبّار، میں ہوں کبریائی کا مالک، کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟ کہاں ہیں جبّار؟ کہاں ہیں متکبر؟ یہ کہتے کہتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا لرزہ طاری ہوا کہ ہمیں خطرہ ہونے لگا کہ کہیں آپ منبر پر سے گر نہ جائیں۔

پیغمبروں نے یہ بھی فرمایا کہ قیامت قائم ہوتے ہی ہر چیز فنا کردی جائے گی اور پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسرافیل علیہ السلام دوسرا صور پھونکیں گے تو ایک دوسرا عالم برپا کردیا جائے گا جس کی وجہ سے تمام اولین و آخرین کو دوبارہ زندہ کرکے جسموں کے ساتھ اٹھایا جائے گا، ننگے بدن سب کے سب میدان حشر میں جمع ہوں گے، پھر ان کے ایمان و اعمال کا حساب شروع ہوجائے گا، ان کی ایک ایک منٹ اور لمحہ کی زندگی کا حساب لیا جائے گا، وہاں کا ایک دن دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا جس انسان نے دنیا میں ایمان لاکر من چاہی زندگی چھوڑ کر رب چاہی زندگی اختیار کی ہوگی اسکو جنت میں داخل کردیا جائیگا اور جو دنیا میں ایمان نہ لایا ہوگا اور رب چاہی زندگی کو چھوڑ کر من چاہی زندگی اختیار کی ہوگی اس کو جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

انہی باتوں کی تعلیم تمام پیغمبروں نے اپنے اپنے زمانوں میں دی؛ جو لوگ ان کی تعلیم پر ایمان لائے وہ مسلم بنے اور جنہوں نے انکار کیا غیر مسلم بنے، جس دن دنیا کی زندگی کا نتیجہ ظاہر ہوگا اس دن کو آخرت کہتے ہیں۔

عقیدۂ آخرت انسانی فطرت کے عین تقاضے کے مطابق ہے

آخرت کا قائم ہونا انسانی فطرت کے عین مطابق ہے اس لئے کہ انسان خود دنیا کی زندگی میں جب اپنا مال یا کاروبار کسی کے سپرد کرتا ہے تو اس سے کسی نہ کسی وقت ایک ایک پائی کا حساب لیتا ہے، وہ اپنے مال اور کاروبار کا حساب لئے بغیر اپنے خادم اور نوکر کو یوں ہی نہیں چھوڑ دیتا اور انسانی عقل وفطرت بھی یہی چاہتی ہے کہ حساب لیا جائے۔

دنیا کی حکومتیں اپنے اپنے ملازمین کی جانچ اور آڈیٹ کرتی ہیں اور ان کے حساب کتاب کو چیک کیا جاتا ہے، کوئی حکومت کسی کو اپنے خزانوں پر اختیارات دینے کے بعد

یوں ہی نہیں چھوڑ دیتی ان کا حساب لیتی ہے۔

تو ذرا غور کیجئے کہ کیا اللہ تعالیٰ انسانوں کو زمین پر بے انتہاء اختیارات اور آزادی دینے اور دنیا کی مختلف چیزوں کو انسان کے تابع اور کنٹرول میں دینے کے بعد اور ان کو اپنی مرضی سے استعمال کرنے کا اختیار دینے کے بعد یوں ہی چھوڑ دے گا؟ اس سے حساب نہ لے گا؟ اس کی جانچ نہیں کرے گا؟ بیشک اس نے خود انسان کی فطرت ایسی بنائی ہے کہ وہ انسان کو جب اپنے نوکر اور خادم سے حساب لینے کو صحیح، اصول اور ضابطہ بتایا ہے تو وہ اپنے بندوں کو دنیا کی زندگی پر حساب لے گا اور ان کی زندگی کی جانچ کرے گا، جو انسان کی عین فطرت کے مطابق بھی ہے، جس کا انسان انکار نہیں کرسکتا، حساب و کتاب لینا ظلم نہیں عین انصاف ہے۔

امانت اور حساب کے درمیان عقلی رابطہ، ضابطہ اور تعلق ہے جس کو انسان کی محدود حکمت بھی کسی طرح نظر انداز نہیں کرسکتی، گویا دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم نظر آتے ہیں، اسی حساب کی فکر سے امانت اور دیانتداری پیدا ہوتی ہے اور امانت کا استعمال صحیح ہوجاتا ہے۔

حکمت اور دانائی کا تقاضہ بھی یہ ہے کہ جسے عقل دی جائے اسے اس کے اعمال کا ذمہ دار بھی ٹھہرایا جائے، جسے اختیارات اور آزادی دی جائے اس سے حساب بھی لیا جائے، جسے نیکی اور بدی کرنے کی طاقت دی جائے اُسے نیکی پر انعام اور بدی پر سزا بھی دی جائے۔

کسی بھی عمل کے گناہ اور نیکی کا دارومدار ارادہ اور شعور پر ہے، ایک چھوٹا بچہ جسے عقل نہیں ہوتی، گندگی منہ میں ڈال لے یا کوئی قیمتی چیز توڑ دے تو ہم اس کو بے شعور کہہ کر سزا نہیں دیتے اور غلطی کا ذمہ دار نہیں ٹھہراتے اور اگر کوئی پاگل انسان کسی کو گالی دے یا مارے تو اس کو سزا نہیں دیتے، بچے اور پاگل انسان کے ساتھ سزا اور انعام کا معاملہ نہیں کرتے، سزا اور انعام یا نیکی اور گناہ کا تعلق تو اسی سے جوڑتے ہیں جو عقل وشعور رکھ کر اچھے یا برے کام کرے۔

جانور بھی عقل وشعور سے خالی ہوتے ہیں اس لئے اللہ نے ان کے لئے بھی نیکی اور بدی اچھے اور برے اعمال کا سوال ہی نہیں رکھا۔

انسان کی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فطرت بنائی کہ وہ اپنے نوکر اور خادموں کو فرمانبرداری

اور وفاداری کرنے پر خوش ہوکر انعام وعزت سے نوازتا ہے یا پھران کی نافرمانی اور بغاوت پر ناراض ہوکر سزا اور بےعزتی کا سلوک کرتا ہے۔

دنیا کی زندگی میں انسان خود اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت کے مطابق اپنی حکومتوں میں مجرموں کیلئے عدالت اور جج، جیل اور سخت سزائیں مقرر کرتا اور نافذ کرتا ہے اور اپنے وفادار ملازموں کیلئے عزت وآرام اور سہولتیں وترقیاں دے کر گیسٹ ہاؤز اور انعام دیتا ہے۔

تو ذرا سوچئے اللہ تعالیٰ انسانوں کو اس قدر اختیارات دے کر اور اتنی آزادی دے کر، دنیا کی بہت سی چیزوں کو اس کے قبضے میں دے کر، فرمانبرداری اور نافرمانی کی قوت دے کر، نیکی اور بدی کی طاقت دے کر، عقل وشعور اور ضمیر دے کر حساب نہیں لے گا؟ بیشک وہ حساب لیگا اور فرمانبرداروں کو جنت میں عزت و راحت اور سکون والی زندگی عطا فرمائے گا اور نافرمانوں اور باغیوں کو بےعزتی اور تکلیف والی دوزخی زندگی دے گا، اس لئے یہ کہنا پڑے گا کہ اسلام کا عقیدۂ آخرت عین انسانی تقاضۂ فطرت ہے۔

عقیدۂ آخرت ہی ایمان میں جان پیدا کرتا ہے!

☆　عقیدۂ آخرت دراصل اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کو ماننا ہے، جو انسان آخرت کا انکار کرتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کا انکار کرتا ہے، اس طرح وہ خدا کا انکار کرتا ہے اور قرآن مجید کے ایک بڑے حصے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے ایک بڑے حصے کا انکار کررہا ہے۔

☆　عقیدۂ آخرت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کو دوبارہ زندہ کرنے والا ماننا ہے، جو انسان آخرت کا انکار کرتا ہے گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دوبارہ زندہ کرنے والا نہیں مان رہا ہے، اس طرح وہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو مجبور ومحتاج مان رہا ہے۔

☆　عقیدۂ آخرت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کو حساب لینے والا ماننا ہے، جو انسان آخرت کا انکار کررہا ہے گویا وہ اللہ تعالیٰ کو حساب لینے والا نہیں مان رہا ہے، اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ومصلحت کو نہیں مان رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ جسارت کا اظہار کررہا ہے کہ وہ حساب نہیں لے سکتا۔

☆ **عقیدۂ آخرت کیا ہے؟** اللہ تعالیٰ کو جزا اور سزا دینے والا ماننا ہے، جو انسان آخرت کا انکار کرر ہا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کو جزا اور سزا دینے والا نہیں مان رہا ہے، اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کو نعمتیں دینے والا اور انعام دینے والا نہیں مان رہا ہے اور یہ مان رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سزا اور عذاب نہیں دے سکتا۔

☆ **عقیدۂ آخرت پر ایمان کیا ہے؟** عقیدۂ آخرت کا اقرار کرنے والا گویا اس بات کا اقرار اور یقین کرر ہا ہے کہ دنیا کی زندگی ہی سب کچھ نہیں بلکہ اس کے بعد ایک اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی زندگی ہے، اس کا انکار کرنے والا اس بات کا اقرار کرر ہا ہے کہ اس زندگی کے بعد کوئی زندگی ہی نہیں۔

☆ **آخرت کیا ہے؟** وہ دن ہے جب اصلی اور کھوٹے، کافر اور مسلمان، جنتی اور جہنمی کو الگ الگ کر دیا جائے گا، فرمانبردار اور نافرمان کو الگ الگ کر دیا جائے گا، دنیا کے اس امتحان والی زندگی میں تو سب مل کر رہتے ہیں اس لئے حق و باطل کو سمجھنا اور پہچاننا ہوگا، آخرت میں دنیا کی زندگی کی طرح گنہگار جہنمی کافر اور مشرک انسان ایمان والے جنتی انسانوں کے ساتھ مل کر نہیں رہ سکیں گے۔

☆ **آخرت نہ ہوتی تو دنیا امتحان اور آزمائش کی جگہ بھی نہ ہوتی۔**

☆ **آخرت نہ ہوتی تو نیکی اور بدی بھی نہ ہوتی۔**

☆ **آخرت نہ ہوتی تو توحید، شرک، کفر کا امتحان بھی نہ ہوتا۔**

☆ **آخرت نہ ہوتی تو پیغمبر بھی نہ آتے۔**

☆ **آخرت نہ ہوتی تو جنت اور دوزخ یعنی جزا اور سزا بھی نہ ہوتی۔**

☆ **آخرت نہ ہوتی تو انسانوں کو ترقی کرنے اور اونچے اونچے درجات حاصل کرنے کا موقع بھی نہ ملتا، وہ نباتات اور جانوروں کی طرح زندگی گذار کر چلے جاتے۔**

☆ **آخرت نہ ہوتی تو ایمان بالغیب کا مطالبہ بھی نہ ہوتا۔**

۞ عقیدۂ آخرت ہی سے انسانی زندگی پر اللہ کا رنگ چڑھتا ہے۔

۞ انسانوں میں اعلیٰ اخلاقی جوہر اسی عقیدہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

۞ مثالی کردار کے انسان اسی عقیدۂ آخرت سے بنتے ہیں۔

۞ اگر انسانی معاشرہ میں سے اس عقیدہ کو نکال دیا جائے تو باوجود وہ معاشرہ خدا کو ماننے کے شیطانی معاشرہ، جنگل کا معاشرہ بن جاتا ہے۔

۞ یہ عقیدہ انسان کے دل و دماغ پر حکومت کر کے انسانی اعمال کو اندھیرے اور اُجالے، اجتماعی اور انفرادی زندگی میں پوری طرح کنٹرول کرتا ہے۔

۞ دل و دماغ کو پاک وصاف رکھنے اور روح کو بیماریوں سے بچانے کے لئے عقیدۂ آخرت ایک زبردست دوا ہے، انسان کی تمام روحانی بیماریوں کا علاج اسی عقیدۂ آخرت سے کیا جاسکتا ہے، انسانوں میں تمام اچھی صفات، عادتیں اور اخلاق و اخلاص اسی عقیدۂ آخرت سے پیدا ہوتا ہے۔

۞ اسی عقیدہ کی وجہ سے انسان کو یہ بات معلوم ہوئی کہ دنیا کی خوشحالی و پریشانی، دنیا کا نفع ونقصان، دنیا کی کامیابی وناکامی عارضی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی وناراضی کا سبب نہیں۔

۞ اصلاح معاشرہ کیلئے عقیدۂ آخرت کو انسانوں میں زندہ کیا جائے، اس کے بغیر خدا سے ڈرنے کی تلقین کی جائے یا خدا پر ایمان لانے کی دعوت دی جائے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

۞ اگر ایمانیات میں سے اس عقیدہ کو نکال دیا جائے تو ایمان بے جان بے روح چیز بن جاتا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت ونافرمانی کو کوئی اہمیت نہیں دے گا۔

۞ عقیدۂ آخرت پر ایمان رکھ کر انسان اسی دن کی کامیابی کے لئے دنیا میں بڑے بڑے مجاہدے کرتا اور اپنا خون پسینے کی کمائی کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتا اور ہر قسم کی بڑی بڑی تکالیف اور مصیبتوں کو جھیلتا ہے۔

۞ اسی عقیدۂ آخرت کی وجہ سے عربوں کے خیالات اور اخلاق میں زبردست تغیر پیدا ہوا اور انہوں نے گناہ سے معافی کے لئے صرف دعا ہی کا سہارا نہیں لیا بلکہ سنگسار ہونے تک کے لئے تیار ہو گئے اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے نمونہ ومثال بن گئے۔

۞ یہی وہ عقیدہ ہے جو نفس انسانی کو اعتدال سکھاتا ہے۔

❁ دنیا کی حکومتیں انسانوں کو درست کرنے کے لئے اور ان سے جرائم کو ختم کرنے کے لئے سخت سے سخت قانون اور سزائیں مقرر کرتی ہیں مگر جرائم ختم نہیں ہوتے، مگر یہی وہ عقیدہ ہے جو انسانوں کو بغیر پولیس، سی آئی ڈی اور سزاؤں اور سخت قانون کے ایماندار، دیانتدار، نیک، صالح، وفادار اور اخلاق حسنہ سے آراستہ کرتا ہے، دنیا کا بڑے سے بڑا قانون پولیس اور سی آئی ڈی کسی انسان پر چوبیس گھنٹے نہ نگاہ رکھ سکتے ہیں نہ انسان کو جرائم سے روک سکتے ہیں مگر یہ عقیدہ تمام قوتوں سے ہزار گنا زیادہ طاقتور ہوتا ہے اور انسانوں پر مضبوط گرفت کنٹرول قائم رکھتا ہے۔

❁ اسی عقیدہ کی وجہ سے انسان چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی نیکی کرنے کی طرف دوڑتا ہے اور بڑے سے بڑا گناہ اور چھوٹے سے چھوٹا گناہ کرنے سے دور رہتا ہے۔

لوگوں کو یہ بات معلوم رہتی ہے کہ حکومت کی سزا چاہے کتنی ہی سخت کیوں نہ ہو وہ وقتی اور عارضی ہوتی ہے ہمیشہ ہمیشہ کی نہیں ہوتی، اس کے برعکس عقیدۂ آخرت سے انسان میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ آخرت کی سزائیں ہمیشہ ہمیشہ کی دائمی اور ابدی ہوں گی جو کبھی ختم نہیں ہوں گی۔

آج دنیا میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں، انسانوں پر ظلم و زیادتی اور اللہ تعالیٰ کا انکار اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور مختلف جرائم کی واردات اسی عقیدۂ آخرت کے نہ ہونے یا کمزور ہونے کا نتیجہ ہے۔

عقیدۂ آخرت جتنا صحیح، شعوری اور پختہ ہوگا انسان کے اعمال اتنے ہی صاف ستھرے، پاکیزہ اور اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی سے بھرپور ہوں گے، اسی عقیدہ نے صحابہ کرامؓ کو دنیا کی سب سے بہترین جماعت بنادیا تھا۔

چنانچہ عقیدۂ آخرت ہی ایک بادشاہ اور صدر کو انصاف کرنے اور رعایا کا حق ادا کرنے پر مجبور کرتا اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے، یہی عقیدۂ آخرت ایک جج کو عدالت کی کرسی پر اللہ تعالیٰ کے پاس جواب دہی کا احساس دلا کر صحیح فیصلہ کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

ایک تاجر کو تجارت میں دیانتداری سکھاتا، جھوٹ بولنے اور دھوکہ دینے، وعدہ خلافی

کرنے سے روکتا اور تقویٰ اختیار کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

والدین کو اولاد کا حق ادا کرنے اور اولاد کو والدین کی خدمت کرنے پر ابھارتا ہے، ایک عورت اپنی عصمت کی حفاظت، ایک امانت دار امانت کی حفاظت اور ایک خزانچی خزانے کی حفاظت اسی عقیدہ کی وجہ سے کرتا ہے۔

اسی لئے اسلام انسان کو عقیدۂ آخرت سے ایک لمحہ کے لئے بھی الگ رکھنا نہیں چاہتا اور اعلان کرتا ہے کہ کوئی شخص مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ عقیدۂ آخرت پر کامل یقین نہ رکھتا ہو، اگر دل میں ذرا سا بھی شک وشبہ عقیدۂ آخرت پر ہو تو اس شخص کا اسلام ناقص اور غیر مقبول ہو جاتا ہے اور وہ مسلمان باقی نہیں رہتا۔

عقیدۂ آخرت انسانوں کے دلوں پر حکومت کرتا ہے!

انسان کی زندگی کے بگڑنے اور سنورنے کا پورا پورا دارومدار اسی عقیدۂ آخرت پر ہے اگر یہ عقیدہ صحیح ہے اور اس پر انسان کا کامل یقین ہے تو انسان عبدیت و بندگی کے اعلیٰ مقام پر پہنچ سکتا ہے اور اگر اس عقیدہ میں خرابی اور گڑبڑ ہو تو انسان شیطان کا ساتھی بن کر جانوروں سے بھی گیا گذرا بن جاتا ہے اور انسانیت کے مقام ومرتبہ سے بہت نیچے گر جاتا ہے۔

اسلام عقیدۂ آخرت کو سمجھا کر انسانوں کی دنیا کو سدھارنا چاہتا ہے یعنی عقیدۂ آخرت سے انسان کی صرف آخرت ہی نہیں بنتی بلکہ دنیا کی زندگی بھی جنت نما بن جاتی ہے اور وہ کامیاب زندگی گذارتا ہے، گویا انسانوں کے اخلاق واعمال کو قابو میں رکھنے اور درست ہونے کا پورا دارومدار اسی عقیدۂ آخرت پر ہے، جوابدہی کے احساس اور پکڑ کے احساس کے بغیر کوئی بھی کام ایمانداری سے نہیں کیا جا سکتا، جزا اور سزا کے تصور کی وجہ سے افکار واعمال پر بہت بڑا اور گہرا اثر پڑتا ہے۔

عقیدۂ آخرت کے بغیر اسلام کا تصور صحیح نہیں کیا جا سکتا، اسلام کا پورا اخلاقی نظام اسی عقیدۂ آخرت سے وابستہ ہے، ایک انسان کی انفرادی زندگی اور ایک قوم کا رویہ اس وقت تک

کبھی نہیں بدل سکتا جب تک کہ ان کو خدا کے پاس جواب دینے اور پکڑے جانے کا یقین نہ ہو۔

اس عقیدہ کے نہ ہونے یا غلط ہونے یا کمزور ہونے ہی کی وجہ سے انسان اخلاق رذیلہ کا شکار ہوجاتا ہے اور شیطان کی گرفت میں پھنس جاتا ہے، آج دنیا میں جو قومیں جتنی زیادہ بد اعمالیوں میں مبتلا نظر آتی ہیں ان میں چاہے ایمان کا دعویٰ کرنے والے نسلی اور خاندانی مسلمان ہی کیوں نہ ہوں تو سمجھ لیجئے کہ وہ عقیدۂ آخرت کا یا تو صحیح تصور ہی نہیں رکھتیں یا پھر یقین نہیں رکھتیں، جب عقیدۂ آخرت کمزور ہوجاتا ہے تو انسانوں میں بے خوفی اور نڈر پن، بے باکی پیدا ہوجاتی ہے اور وہ زمین پر فساد برپا کرتے ہیں اور بڑے بڑے خطرناک جرائم کرکے بھی نہیں گھبراتے، بد سے بدتر گناہوں میں مبتلا ہوتے چلے جاتے ہیں۔

دنیا کی زندگی کے سفر میں اگر کسی انسان کو یہ یقین ہو کہ میرے راستہ میں فلاں مقام پر حکومت کا چیک پوسٹ ہے، وہاں مجھے روک کر پوری جانچ کی جائے گی، چیکنگ ہوگی تو ایسے انسان پر پہلے ہی سے احتیاط کرنے اور قاعدے قانون کی پابندی کا احساس و جذبہ بڑھ جاتا ہے تاکہ وہ پکڑا نہ جائے، مصیبت میں مبتلا نہ ہونے پائے، اسی طرح انسان کی زندگی جو بہت اوپر سے آرہی ہے آخرت کا میدان یعنی حشر کا میدان اللہ تعالیٰ کے پاس چیک پوسٹ ہے، وہاں انسان کی پوری زندگی کا حساب لیا جائے گا، اگر انسان کو آخرت میں جواب دینے اور پکڑے جانے کا احساس ہو تو وہ دنیا کی زندگی کے اس سفر میں اللہ تعالیٰ کے قانون اور احکام کے مطابق چلے گا، بے احتیاطی نہیں کرے گا، چنانچہ ایک شعوری ایمان والے پر اسی عقیدۂ آخرت کے یقین کی وجہ سے اس کی حالت دنیا میں ویسی ہوجاتی ہے جیسے غیر ایمان والے پر حشر کے میدان میں ہوجائے گی، اگر یہ عقیدہ لوگوں میں جاندار ہو اور زندہ رہے تو پھر حکومتوں کو سخت سے سخت قانون بنانے پولیس، سی آئی ڈی اور جاسوس لگانے اور جگہ جگہ چیک پوسٹ قائم کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی، یہ عقیدہ انسانوں کے دلوں پر حکمرانی کرکے انسان کو خلوت اور جلوت میں اللہ کا عبد اور بندہ بنائے رکھتا ہے، انفرادی و اجتماعی زندگی میں اللہ کی عبدیت و بندگی پر مجبور کرتا ہے، اسی عقیدہ کی وجہ سے

انسان میں نیکی کا جذبہ اور برائی سے بچنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

اسی عقیدہ کی وجہ سے وحیِ الٰہی کے احکام کی پابندی کا جذبہ برقرار رہتا ہے اور انسان گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ کا فرق سمجھتا ہے، احکام کے خلاف چلنے پر اللہ تعالیٰ کے پاس پکڑے جانے کا خوف رہتا ہے۔

اسی عقیدہ کی وجہ سے پیغمبر کی اتباع کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور غیر قوموں کی تقلید سے بچ کر سنتوں کی اتباع کرتا ہے۔

اسی عقیدہ کی وجہ سے ایمان باللہ کے تقاضے پورے کرتا اور اللہ تعالیٰ کے حقوق اللہ تعالیٰ کو اور بندوں کے حقوق بندوں کو دیتا ہے۔

عقیدۂ آخرت کا خوب چرچا کیا جائے!

قرآن مجید کا کوئی صفحہ ایسا نہیں جس میں کھلے طور پر یا اشارۃً آخرت کی فکر اور جوابدہی کی تعلیم نہ دی گئی ہو، چنانچہ بہت ساری سورتوں میں قیامت و آخرت پر بہت زیادہ تفصیل بھی بیان کی گئی ہے، ان سورتوں کو بار بار پڑھنے سے عقیدۂ آخرت زندہ ہوتا ہے۔

سورۃ النبأ میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی اس حالت کا تذکرہ یوں کیا ہے:

> ''یہ لوگ کس چیز کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کیا اُس بڑے واقعہ کے بارے میں جس کے ہونے میں یہ اختلاف رکھتے ہیں، ہاں عنقریب یہ لوگ جان لیں گے کہ قیامت اور آخرت قائم ہو کر رہے گی، نہ عقیدۂ آخرت کا مذاق اڑاؤ، نہ اس میں شک کرو، نہ اس کا انکار کرو''۔

سب سے پہلے اس نکتہ پر غور کیجئے کہ وحی نازل ہوتی تھی اس وقت جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارقم صحابیؓ کے مکان میں یا مکہ کے کسی دوسرے مکان میں چھپ کر خاموش دین کی دعوت دے رہے تھے یا پھر مدینہ میں اصحاب صفہ کے چبوترے پر صحابہؓ کے سامنے وحی کی باتیں بیان کی جاتی تھیں، مگر یہ تمام باتیں مکہ اور مدینہ کے غیر مسلموں میں عام ہو جاتی تھیں

اور وہ آپس میں چہ می گوئیاں کرتے تھے جس کی وجہ سے خیالات مختلف ہو جاتے تھے۔

گویا صحابہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی ہوئی خبروں کو پورے معاشرہ میں عام کر دیتے تھے، حالانکہ وہ غیر مسلموں کا معاشرہ تھا، مگر پھر بھی ان میں توحید، رسالت اور آخرت کی باتو ں پر چرچے ہوا کرتے تھے اور ان میں کے سمجھدار لوگ سوچنے پر مجبور ہو جاتے تھے، انسان کی فطرت بھی ہے کہ جو بات جتنی زیادہ اہم اور سچی ہوتی ہے وہ خبر پاتے ہی اس کو عام کر دیتا ہے، مثلاً اگر کوئی انسان اپنے اہل وعیال کے ساتھ زُو (چڑیا گھر) میں گھوم رہا ہو اور اس کو یہ خبر ملے کہ ایک شیر پنجرے سے باہر نکل گیا ہے اور آزاد ہو گیا ہے، اس خبر کا اثر اس شخص پر یہ ہوگا کہ وہ دوڑ کر سب سے پہلے خود کو اور اپنے اہل وعیال کو محفوظ جگہ منتقل کرلے گا اور لوگوں کو چیختے ہوئے اس کی اطلاع دیتا رہے گا کہ اپنے آپ کو شیر سے بچاؤ، شیر آزاد ہو چکا ہے۔

ذرا غور کیجئے کہ ہم آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے اور قرآن مجید کو بار بار پڑھنے اور اس کے دروس لینے کے باوجود، آخرت کو ماننے، جنت و دوزخ، حشر کے میدان کے حالات جاننے کے باوجود، کبھی اپنے معاشرہ اور ماحول یا اپنے دوستوں اور رشتے داروں میں عقیدۂ آخرت کی نسبت سے بات نہیں کرتے اور نہ دوسرے انسانوں کو خدا کے پاس حساب دینے کا احساس دلا کر خبردار کرتے ہیں اور نہ جہنم سے بچانے کی فکر کرتے ہیں، ہمیں آخرت کے تعلق سے کثرت سے انسانوں کے سامنے چرچے کر کے اللہ تعالیٰ کے پاس پکڑ کا احساس دلانا چاہئے، ذرا سوچئے آخرت کے عنوان پر کوئی غیر مسلم ہم سے بحث کرتا ہوا یا اس کا انکار کرتا ہوا نظر آتا ہے؟ اگر نظر نہیں آتا تو اس کے صاف معنی ہیں کہ ہم نے وحی کی باتوں کو اپنی حد تک ہی چھپا رکھا ہے دوسروں تک پہنچانے کی محنت نہیں کر رہے ہیں اور اپنوں کو بھی ایمانیات کی تعلیم دئے بغیر اصلاح کی کوشش کر رہے ہیں۔

دنیا میں کوئی غیر معمولی خبر ہو تو اس کو فوراً سارے لوگوں میں پھیلا دیتے ہیں، مگر جس خبر اور اطلاع کا تعلق انسانوں کی کامیابی اور نجات سے ہے اس کا قطعی چرچہ نہیں کرتے اور

نہ دوسرے انسانوں کو آخرت کی یاد دلاتے ہیں، خوب اچھی طرح یاد رکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی نبی قیامت تک آنے والا نہیں ہے، امت مسلمہ پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو دنیا کے تمام انسانوں تک اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق پہنچانے کی بھر پور کوشش کریں، ورنہ دوسری قوموں کی ناکامی اور خسارے کے ذمہ دار بھی مسلمان ہی ہوں گے۔

اصلاح معاشرہ بھی عقیدۂ آخرت کو مضبوط کر کے کیا جائے!

قرآن مجید کی تمام سورتوں میں بار بار عقیدۂ آخرت سمجھا کر انسانوں کو عبدیت و بندگی کی دعوت دی گئی، چنانچہ ہر جگہ حشر کے میدان، جنت و دوزخ کے تذکرے کر کے آخرت کی تفصیل قرآن و احادیث میں کثرت سے بیان کی گئی ہے، اسی طرح آخری پارہ کی تمام سورتیں تقریباً توحید، رسالت اور آخرت ہی کو سمجھاتی ہیں، مگر ان میں بھی زیادہ تر سورتیں آخرت ہی کو سمجھانے والی نازل ہوئی ہیں، مکہ کا معاشرہ اس وقت انسانیت سے بہت گر چکا تھا، بت پرستی انتہاء درجہ پر تھی، جہالت، ناانصافی، ظلم و زیادتی اور غنڈہ گردی اور بے رحمی عروج پر تھی، لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا، سود، زنا، شراب کا بازار گرم تھا، شرم و حیاء بالکل نہیں کے برابر تھی، لوگ برہنہ ہوتے، بے حیائی و بے شرمی کی باتیں، زنا کے قصے اشعار اور گفتگو میں بیان کئے جاتے تھے، قبیلے ایک دوسرے کو لوٹتے تھے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر برسوں لڑائیاں ہوا کرتی تھیں، ایسے بگڑے ہوئے، بدکردار، مشرکانہ عقائد اور اعمال والے معاشرہ میں ایک اللہ کو ماننے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کرنے کی دعوت دے کر جو چیز زیادہ سے زیادہ سمجھائی گئی وہ عقیدۂ آخرت ہی ہے۔

ہمیں غور کرنے پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ۳۰ویں پارہ کی تقریباً سورتیں مکی ہیں اور شروع شروع کے زمانے میں نازل ہوئیں مگر توحید، رسالت کے بعد جو چیز سب سے زیادہ سمجھائی گئی وہ عقیدۂ آخرت اور وہاں کے حالات ہیں، اس بات سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ بگڑے ہوئے

بد کردار معاشرہ اور شرکیہ عقائد واعمال والے معاشرہ کو سدھارنے کے لئے ایمانیات کے اس جُزو عقیدۂ آخرت پر زیادہ محنت کی جائے اور عقیدۂ آخرت کی ضرورت اور اہمیت اور اس کی حقیقت کو سمجھایا جائے تب ہی معاشرہ کی اصلاح ہوسکتی ہے، عقیدہ آخرت کو سمجھائے اور یقین پیدا کئے بغیر اللہ کو ماننے اور اللہ کی اطاعت کرنے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے کی تعلیم دی جائے تو وہ اثر نہیں کرتی، یہی طریقہ کار ہمیں ۳۰/ویں پارے کی تمام سورتوں میں نظر آتا ہے، اس لئے قرآن مجید کے اس اسلوب کو اختیار کرتے ہوئے اصلاح معاشرہ کا کام انجام دیا جائے۔

موجودہ زمانہ میں بھی مساجد کی تقاریر اور جمعہ کے وعظ یا عام کتابوں کا اثر اسلئے نہیں ہورہا ہے کہ اصلاح کے طریقۂ کار میں ایمانیات اور خاص طور پر آخرت کا تصور کم دیا جاتا ہے ،آخرت کی اہمیت اور ضرورت کو نہیں سمجھایا جاتا جس کی وجہ سے معاشرہ سدھرنے کے بجائے بگاڑ ہی کی طرف زیادہ جارہا ہے اور اس پر وعظ ونصیحت کا کوئی اثر نہیں ہورہا ہے۔

عام طور پر واعظیں حضرات آخرت کے تعلق سے جنت کی نعمتوں یا پھر جہنم کی سزاؤں کا تذکرہ کرکے سمجھتے ہیں کہ انہوں نے آخرت کو سمجھا دیا اور ایمان بالآخرۃ کی دعوت دے دی ہے، اتنا کافی نہیں ہے بلکہ تفصیل سے یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ عقیدۂ آخرت کیوں ضروری ہے؟ عقیدۂ آخرت یہود بھی مانتے اور نصاریٰ بھی مانتے اور اہل ہنود بھی مانتے ہیں، ان کے ماننے اور اسلام کی تعلیمات میں کیا فرق ہے؟ کیا وجہ ہے کہ آج ہمارے ماننے اور ان کے ماننے میں فرق ہی محسوس نہیں ہوتا؟ ہم عقیدۂ آخرت کو ماننے کے باوجود ان ہی کی طرح بے شعور اور غافل بنے ہوئے ہیں، آخرت کی کوئی تیاری ہماری زندگی میں نظر نہیں آتی، صحابہؓ نے کس طرح عقیدۂ آخرت پر ایمان لایا تھا اور وہ کیسے آخرت کی تیاری کرتے تھے؟ وہ آخرت کا کتنا خیال رکھتے اور جواب دہی اور پکڑ کے تصور سے کتنا ڈرتے تھے، آج ہم عقیدۂ آخرت کو مانتے ہوئے کتنے اس سے غافل اور بے پرواہ بنے ہوئے ہیں؟ آخرت کو دنیا کی زندگی میں تازہ کرنے اور یاد رکھنے کا طریقہ کیا ہے؟ آخرت کی تیاری قدم قدم پر کیسے کی جائے؟ دنیا میں انسان آخرت کے گھاٹے اور خسارے کی زندگی

کیسے گذارتا ہے؟ آخرت کا نقصان کتنا بڑا نقصان ہے؟

سورۂ فاتحہ کے ذریعہ ہر روز مومن کو عقیدۂ آخرت یاددلایا جاتا ہے!

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔(وہ) روز جزا کا مالک ہے۔(سورۂ فاتحہ:۳)

اللہ تعالیٰ نے ایمان والے بندوں کو ہر روز عقیدۂ آخرت یاددلانے کا شاندار انتظام کیا ہے، چنانچہ ہر روز نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھوا کر مالک یوم الدین کا اقرار کرایا جارہا ہے، اور عقیدۂ آخرت کی یاد کو تازہ کرایا جارہا ہے، ایک انسان اگر شعور کے ساتھ سورۂ فاتحہ کو پڑھے گا تو اُسے احساس ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ٹھہر کر مالک یوم الدین کے ذریعہ اس بات کا اقرار اور عہد کررہا ہے کہ اے اللہ آپ جزا اور سزا یعنی حساب کے دن کے مالک ہیں ،ایک دن آپ ہم کو دوبارہ زندہ کرکے ہماری زندگی کا حساب لیں گے، یہ اقرار ایک بندہ دن میں پانچ مرتبہ نماز کی ہر رکعت میں کرتا ہے، گویا یہ ایک قسم کی Promise اور وعدہ ہے کہ میں آخرت کو یادرکھ کر زندگی گذاروں گا اور ہردم ہر لمحہ آخرت کی تیاری کروں گا۔

اللہ تعالیٰ دن میں بار بار اس آیت کو پڑھوا کر انسان کو سدھرنے اور آخرت کی تیاری کرنے کا گویا احساس دلا رہا ہے اور آخرت سے غافل نہ ہونے کی تاکید یاددلائی جارہی ہے، اب اگر ایک انسان فجر کی نماز میں قول سے مالک یوم الدین کا اقرار کرے اور مسجد سے باہر نکل کر عمل اس کے خلاف کرے تو ہم کیا کہیں گے؟ مثلاً نماز کے ختم ہوتے ہی دودھ میں پانی ملائے یا بے پردہ پھرے یا جوڑے کی رقم یا رشوت یا سود یا بے ایمانی کا مال کھائے یا شرک کرے تو بتلایئے قول واقرار سے ان الفاظ کا کہنا صحیح ہے یا عمل سے جو چیز کررہا ہے وہ صحیح ہوگا؟ قول اور فعل میں بہت بڑا فرق ہوجائے گا؟ قول سے ایک بات کررہا ہے اور فعل اس کے خلاف کررہا ہے، اس کا عمل اس بات کا ثبوت دے رہا ہے کہ وہ زبان سے اللہ کے حساب لینے اور اللہ کے پاس پکڑ کا اقرار کررہا ہے، مگر وہ بات اس کے حلق تک ہی محدود ہے، اس کے دل میں نہیں اتری جس کی وجہ سے وہ عمل سے مالک یوم الدین کے خلاف چل کر اللہ

کوحساب لینے والانہیں سمجھ رہا ہے، عمل سے جواب دینے کا احساس نہیں رکھتا اور نہ آخرت کے مطابق عمل کرکے آخرت کی تیاری کررہا ہے، جو بات وہ زبان سے کہہ رہا ہے اگر اس کے مطابق عمل کرے تو ہم اس کو سچا کہیں گے۔

یہ آیت گویا انسان کو فجر سے ظہر تک پھر ظہر سے عصر تک پھر عصر سے مغرب تک اور مغرب سے عشاء تک بار بار آخرت یاد دلا کر سنبھلنے اور آخرت کی تیاری کی یاد دلاتی رہتی ہے کہ اگر اب بھی نہ سنبھلے تو کم از کم اب تو سنبھل جاؤ اور آخرت کی پکڑ سے بچ جاؤ، مگر مسلمانوں کا عالم یہ ہے کہ وہ بس بے شعوری اور بغیر سمجھے سورۂ فاتحہ پڑھتے ہی رہتے ہیں، صرف رسم ادا کرتے ہیں اور طوطے کی طرح رٹے ہوئے ہیں۔

اسی طرح سورۂ فاتحہ کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور رحمت دو صفات یاد دلائی گئی ہیں، گویا یہ اللہ کی دو زبردست نعمتیں ہیں جس سے تمام انسان فائدہ اٹھا رہے ہیں اس کے فوراً بعد مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حساب لینے کا اقرار کروا کر گویا اس بات کی تعلیم دی جارہی ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو دو عظیم الشان نعمتوں سے چوبیس گھنٹوں فائدہ اٹھانے کا موقع عطا فرمایا اور دیکھنا یہ چاہتا ہے کہ کون ان نعمتوں کو استعمال کرکے اللہ کا شکر گذار بندہ بنتا ہے اور کون ناشکرا بندہ بنتا ہے، اس پر وہ ایک دن حساب لے گا، اس لئے بار بار مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا اقرار گویا ایک عہد و یاد دہانی ہے، اب اگر انسان بار بار اللہ سے اقرار اور عہد و پیمان کرنے اور وعدہ اور Promise کرنے کے باوجود آخرت کی تیاری نہ کرے اور ناشکرا بنا رہے تو یقیناً یہ انسان کے لئے گھاٹے اور خسارے کی بات ہوگی کہ وہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو نقصان اور گھاٹے میں مبتلا کررہا ہے اور ناکامی اور جہنم کی طرف جارہا ہے، مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا اقرار اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ وہ آخرت سے غافل نہیں ہے بلکہ یوم جزا اور آخرت کو خوب اچھی طرح جانتا ہے، اسی طرح دنیا کے تمام انسانوں کے سامنے یوم جزا کی تفصیل بیان کرکے ان کو بھی مرنے کے بعد والی زندگی کی تیاری کی ترغیب دیجئے۔

☆ ایک انسان مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا اقرار کرکے حرام مال، رشوت، سود، دھوکہ

دہی کا مال نہیں کھا سکتا۔

☆ ایک عورت مَـالِکِ یَـوْمِ الدِّیْنِ کا اقرار کر کے بے پردہ، بے حیاء و بے شرم بن کر نیم عریاں و ننگی گھروں سے باہر نہیں پھر سکتی۔

☆ ایک انسان مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ پڑھ کر مشرکانہ عقائد، مشرکانہ اعمال کے ساتھ زندگی نہیں گذار سکتا۔

☆ ایک انسان مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کا اقرار کر کے فرائض اور واجبات چھوڑ نہیں سکتا۔

☆ ایک انسان مَـالِکِ یَـوْمِ الـدِّیْنِ کا اقرار کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے منہ موڑ نہیں سکتا۔

عقیدۂ آخرت پر شک یا کمزور ایمان رکھنے والوں کا اسلام سے برائے نام تعلق ہوتا ہے

اسلام ان لوگوں کو مسلمان ہی نہیں مانتا جو عقیدۂ آخرت کا انکار کرتے یا اس میں شک رکھتے ہیں، انسانوں کو سب سے زیادہ مشکل دوبارہ زندہ ہونے کو ماننا اور اس پر یقین پیدا کرنا ہے، ان کو یہ بات سمجھ ہی میں نہیں آتی کہ ہزاروں سال بعد جب ہم مٹّی اور راکھ ہو جائیں گے تو دوبارہ کیسے پیدا کیا جا سکتا ہے؟ اور اس کی سب سے بڑی وجہ ان کا مشاہدہ ہوتا ہے جو ان کو ماننے نہیں دیتا اور اس پر یقین پیدا ہونے نہیں دیتا، اس کے باوجود کچھ لوگ اپنے باپ دادا کی تقلید میں بے شعوری کے ساتھ خاندانی اور نسلی بنیاد پر عقیدۂ آخرت کو بہر حال مانتے ہیں مگر یقین سے خالی ہوتے ہیں، چنانچہ یہودی، عیسائی بھی عقیدۂ آخرت کو مانتے ہیں مگر ان کی زندگی میں آخرت والی کوئی تیاری نظر نہیں آتی، وہ عمل سے آخرت کی تیاری والے اعمال کا اظہار ہی نہیں کرتے، انہی کی طرح مسلمانوں کی بھی ایک بہت بڑی تعداد آخرت کو مانتے ہوئے آخرت سے بے فکر، بے تعلق، غافل نظر آتی ہے اور وہ سارے کام ایسے کرتے

ہیں جیسے ان کو مرنا ہی نہیں ہے، وہ آخرت کو بالکل بھولے ہوئے نظر آتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافق لوگ زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے اور عقیدۂ آخرت کا اقرار کرتے مگر اس کا یقین دل میں نہ اترنے کی وجہ سے وہ تمام کام اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کرتے اور کثرت سے چھپ کر ہر قسم کی اللہ کی نافرمانی کرتے تھے اور اللہ کی بغاوت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے اور اللہ کے پاس پکڑ اور جواب دہی کا احساس ہی نہ رکھتے تھے، چنانچہ آج بھی بہت سارے لوگ زبان سے دوبارہ زندہ ہونے کا اظہار کرتے تو ضرور ہیں مگر ان کا ماننا اور اظہار کرنا رسمی انداز کا ہوتا ہے، وہ یا تو شک وشبہ میں مبتلا رہتے ہیں یا غیر مسلموں کی طرح عقیدۂ آخرت کا غلط تصور رکھ کر آخرت سے غافل بنے ہوئے رہتے ہیں یا برائے نام آخرت کو مانتے ہیں، ان کے اعمال آخرت کے بالکل خلاف ہوتے ہیں۔

مثلاً سود، رشوت، جوڑے کی رقمیں، دھوکہ دہی کا مال حرام جاننے کے باوجود محض دنیا اور دنیا کی عزت کی خاطر لوٹتے ہیں، بے پردگی، عریانیت کو حرام جاننے کے باوجود بے پردہ پھرتے اور عریاں لباس پہنتے ہیں، نماز کو فرض جاننے کے باوجود پابندی نہیں کرتے، سود، شراب اور زنا کو دل سے چاہتے ہیں، گانا بجانا اور ناچ کو حرام جاننے کے باوجود اختیار کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

جو لوگ عقیدۂ آخرت میں کمزور ہوتے ہیں یا اس کو برائے نام مانتے ہیں ان کا اسلام پر چلنا بہت مشکل ہوتا ہے، وہ بے تکلف دنیا کے فائدوں کی طرف بھاگتے ہیں اور آخرت اور اسلام کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتے چاہے زبان سے ایمان کے کتنے ہی دعوے کرتے ہوں، اسی طرح جو لوگ شر وخیر، نیکی و بدی کو نہیں مانتے وہ بھی عقیدۂ آخرت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، یہ عقیدہ ان ہی کو فائدہ دے سکتا ہے جو اس کے قائل ہوں اور یقین رکھتے ہوں۔

اس عقیدہ کے کمزور اور غائب ہوتے ہی انسان اعمال صالحہ کے بجائے اعمال رذیلہ پر دوڑتا ہے، اس لئے جو لوگ اللہ کو مانتے، رسولوں کو مانتے، کتابوں کو مانتے، اگر عقیدۂ آخرت میں کمزور ہوں یا شک کرنے والے ہوں یا انکار کرنے والے ہوں تو ان کا

اللہ کو ماننا اورنہیں ماننا برابر ہوگا، اس لئے کہ وہ اللہ کو مانتے ہوئے برائے نام اس کی عبدیت و بندگی کریں گے یا عبدیت و بندگی کو اہمیت نہیں دیں گے یا آدھا اسلام اورآدھا غیراسلام پسند کریں گے، وہ کبھی کبھی اللہ کی اطاعت کریں گےاورزیادہ تر اللہ کے احکام کے خلاف چلیں گے، چنانچہ آج یہود عقیدۂ آخرت کو مانتے ہوئے اللہ کی عبدیت و بندگی سے خالی ہیں ان کے پاس اللہ کی عبدیت و بندگی کی کوئی اہمیت ہی نہیں، وہ اللہ کو مانتے ہوئے ہرقسم کے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرکے پوری دنیا میں فساد ہی فساد برپا کئے ہوئے ہیں، قتل وخون، لوگوں پر ظلم وزیادتی کرنا، سود کو عام کرنا، زنا، مکاری، دغابازی، جھوٹ ان سب چیزوں کو خود بھی اختیار کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی کرواتے ہیں، نصاریٰ نے حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ شرک کرتے ہوئے کتاب کو بدل کر، سود، شراب، زنا، ناچ گانا، کلب، بے حیائی، عریانیت ان تمام چیزوں کو عام کیا ہے، جب انسان اس عقیدہ پر یقین کی کیفیت حاصل کرتا ہے تو اس کے ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت میں رنگ پیدا ہوتا ہے اور ان میں جان پیدا ہوتی ہے، ورنہ وہ اللہ کو مانتے ہوئے بے جان رہتے ہیں، کوئی اطاعت وفرمانبرداری کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا، برائے نام اللہ کو، رسول کو، کتابوں کو مانتا ہے، مکہ کے مشرکوں کو سب سے زیادہ رُکاوٹ اسی عقیدہ کو ماننے میں تھی، اس لئے کہ اس عقیدہ کو ماننے کے بعد زندگی کو تبدیل بھی کرنا پڑتا اور اعمال رذیلہ چھوڑنا پڑتا، دنیا کا عیش وآرام ختم ہوجاتا، حرام کاری ختم ہوجاتی، نفسانی خواہشات ختم ہوجاتیں، اسی لئے اس عقیدہ میں یقین کا پیدا کرنا بہت ضروری ہے، یہ یقین بات کے دل میں اترنے کے بعد ہی پیدا ہوتا ہے، اس لئے جو بات دل میں اتر جاتی ہے وہ یقین کو تقویت دیتی ہے۔ جب انسان میں آخرت کا یقین پختہ ہوجاتا ہے تو وہ آخرت سے غافل نہیں رہتا اور آخرت کی تیاری کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے، عقیدۂ آخرت میں کمزوری کی وجہ سے توحید میں بہت بڑی گڑبڑ ہوجاتی ہے اور وہ توحید اور شرک کا فرق نہیں رکھتے۔

☆☆☆☆☆

کائنات کی ہر چیز جوڑا جوڑا ہونے کی وجہ سے نفع بخشی اور مقصدیت رکھتی ہے

وَ مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَیۡنِ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ o(ذاریات:۴۹)

اور ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا بنایا ہے تا کہ تم یاد دہانی حاصل کرو۔

اگر انسان کائنات کی چیزوں میں غور وفکر کرے گا تو اُسے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور دانائی سے تمام چیزوں کو جوڑا جوڑا بنایا ہے، جو ایک دوسرے کی ضد بھی ہیں اور نفع بخش بھی ہیں اور مقصدیت کے ساتھ چل رہی ہیں، اگر ان میں سے ایک کو ختم کر دیا جائے یا وہ چیزیں اکہری ہو جائیں تو نفع بخشی، مقصدیت ختم ہو جاتی ہے، مثلاً دن کے ساتھ رات، گرمی کے ساتھ سردی، اندھیرے کے ساتھ اجالا، خوشی کے ساتھ غم، خوشبو کے ساتھ بدبو، تندرستی کے ساتھ بیماری، نفع کے ساتھ نقصان، آگ کے ساتھ پانی، زندگی کے ساتھ موت، زمین کے ساتھ آسمان، سورج کے ساتھ چاند، مؤنث کے ساتھ مذکر، مرد کے ساتھ عورت، امیر کے ساتھ غریب، علم کے جہالت، صبح کے ساتھ شام، راحت کے ساتھ مصیبت، بالکل اسی طرح نیکی کے ساتھ گناہ، کامیابی کے ساتھ ناکامی، انعام کے ساتھ سزا، جنت کے ساتھ دوزخ، دنیا کے ساتھ آخرت۔

اگر دنیا کے ساتھ آخرت نہ ہوتو دنیا کی زندگی بے مقصد ہو جائے گی، نفع بخش نہ رہے گی، آخرت میں عدل وانصاف ہی دنیا کا نفع اور مقصدیت ہے، اگر دنیا میں صرف نر ہی نر ہوتے یا صرف مادہ ہی مادہ ہوتے تو نفع بخش نہ ہوتے اور مقصدیت سے خالی ہوتے، دونوں کے ہونے سے جانداروں کیلئے بے انتہاء نفع ہی نفع ہے اوران کا وجود ایک مقصدیت رکھتا ہے۔

اگر صرف دن ہی دن ہوتا یا رات ہی رات ہوتی تو مخلوقات کیلئے یہ نظام نفع بخش نہ ہوتا، دن اور رات کی وجہ سے مخلوقات کو نفع ہی نفع ہے اور مقصدیت کے تحت یہ نظام چل رہا ہے، اسی طرح زندگی کے ساتھ موت نہ ہوتی صرف زندگی ہی زندگی ہوتی یا پیدائش ہی پیدائش ہوتی تو لوگ اپنے بوڑھوں بڑوں سے ان کی خدمت کرتے کرتے مدد کرتے کرتے

بیزار ہوجاتے اور انسانی آبادیوں میں ضعیف ، اپاہج اور معذور اور چلنے پھرنے سے مجبور انسانوں کی ایک بڑی تعداد باقی رہتی ،موت کی وجہ سے پرانے انسان چلے جاتے ہیں، پیدائش کی وجہ سے نئے انسان دنیا میں آتے ،زندگی نفع بخش بنتی رہتی اور مقصدیت کے ساتھ چلتی رہتی ہے اور ہر نئے انسان کو میدان عمل ملتا رہتا ہے۔

اسی طرح اگر دنیا میں امیر ہی امیر ہوتے یا بیمار ہی بیمار ہوتے یا عورتیں ہی عورتیں ہوتیں یا اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا یا گرمی ہی گرمی ہوتی یا سردی ہی سردی یا بارش ہی بارش ہوتی تو یہ دنیا کی زندگی نفع بخش نہ ہوتی اور مقصدیت سے خالی ہوتی ،بس یوں سمجھ لیجئے کہ جس طرح دنیا میں ہر ایک کا جوڑا موجود ہے،اس سے نفع ہی نفع چل رہا ہے اور مقصدیت پوری ہو رہی ہے،اسی طرح دنیا کا جوڑا آخرت ہے،آخرت کے بغیر دنیا کی زندگی کا نفع اور مقصدیت سمجھ میں نہ آتی اور زندگی بیکار اور بے مقصد ہوجاتی ،نیکی اور بدی کے کوئی معنیٰ اور حیثیت ہی نہیں ہوتی اور اچھے اور بُرے دونوں برابر ہوجاتے۔

یہ بھی غور کیجئے کہ مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے جوڑا جوڑا بنایا مگر وہ خالق و مالک ہے،اس کا کوئی جوڑا نہیں ، وہ تو اکیلا ہے اور اکیلا ہی رہے گا اگر خدا کا بھی جوڑا ہوتا تو پھر نفع نہ ہوتا،مقصد ختم ہوجاتا،اس کے اہل وعیال ہوتے ،خاندان بن جاتا،خداؤں میں لڑائی اور فساد ہوتا،دنیا کی زندگی مخلوقات کے لئے تباہی و بربادی کا سامان ہوجاتی،اس لئے عقل بھی یہ مانتی ہے کہ مالکِ کائنات کے اکیلے ہونے ہی میں کائنات کا فائدہ ہے اور مخلوقات کے جوڑا جوڑا رہنے میں فائدہ ہے۔

دنیا کی مختصر زندگی کیلئے آخرت کی ہمیشہ کی زندگی کو برباد نہیں کیا جاسکتا

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ تَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۔ (القیمۃ:)

نقد ہاتھ آنے والی دنیا کی محبت میں گرفتار ہو اور آخرت کو چھوڑے جاتے ہو۔

دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ایک شخص اپنا وطن چھوڑ کر دوسرے ملک کمانے کے لئے جاتا ہے اور وہاں وہ دن رات محنت و مشقت کر کے

تکلیفیں جھیل کر دولت کماتا ہے اور اس دولت کو اپنے وطن منتقل کرتا رہتا ہے جہاں اس کو ہمیشہ ہمیشہ والی زندگی گذارنا ہے، اگر کوئی مختصر مدت تک رہنے کی جگہ پر عیش ومستی کرے اور اپنے اوقات کو برباد کرے اور دولت کو وہیں پر لٹاتا رہے تو اس کو اپنے وطن آکر مشکلات اور پریشانیوں میں زندگی گذارنا ہوگا، اس لئے کہ اس نے تھوڑے دن کے آرام اور وقتی چمک دمک اور عارضی مزوں کی خاطر ہمیشہ ہمیشہ والی زندگی پر نظر نہیں رکھی، بالکل اسی طرح دنیا کی اس چھوٹی سی معمولی اور وقتی چمک دمک والی زندگی اور عارضی مزوں اور لذتوں کی خاطر ہمیشہ ہمیشہ والی زندگی کو جو شخص برباد کرلے وہ حقیقت میں سب سے بڑا بیوقوف ہے، عقلمند انسان دراصل وہ ہے جو اس مختصر سی زندگی کی مہلت سے فائدہ اٹھا کر کم وقت میں زیادہ سے زیادہ محنت کرکے اور یہاں کی چمک دمک سے متاثر ہوئے بغیر یہاں کی عارضی شان وشوکت سے بچتے ہوئے ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کو بنائے اور وہاں کی خوشحالی کا انتظام کرے، یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب انسان دنیا کی حقیقت کو سمجھے اور اس کو دارالعمل جانے، دارالجزاء تصور نہ کرے، دنیا آخرت کی کھیتی ہے، جو یہاں بوئیں گے وہی وہاں کاٹیں گے، دنیا کو امتحان وآزمائش کی جگہ مانے، جس طرح دنیا کی زندگی میں ملکوں میں ویزا کی مدت ختم ہوتے ہی نکال دیا جاتا ہے اسی طرح دنیا کی زندگی کا وقت ختم ہوتے ہی یہاں موت کے ذریعہ آخرت کی زندگی کی طرف روانہ کردیا جاتا ہے، جب انسان کو دنیا کی حقیقت سمجھ میں آجاتی ہے تو وہ آخرت کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے، ورنہ وہ دنیا ہی میں بیحد خوش رہتا ہے اور اسی میں مست ومگن اور غافل رہتا ہے، اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ دنیا کی زندگی اصل زندگی نہیں بلکہ زندگی کا ایک چھوٹا سا جز اور حصہ ہے، اس چھوٹے سے حصے اور عارضی مزے کی خاطر اصل زندگی کو برباد نہیں کرنا چاہئے، ورنہ سب سے بڑا گھاٹا، خسارہ اور نقصان ہوگا۔

دنیا کی زندگی میں انسان خود اپنی فطرت کا استعمال صحیح کرتے ہوئے یہ نظریہ اور فکر رکھتا ہے کہ دنیا میں اونچے مقام ومرتبہ اور سکون وعزت والی زندگی حاصل کرنے کے لئے پہلے خوب محنت ومشقت اور تکالیف برداشت کئے جائیں تب ہی انسان کو یقین ہوتا ہے کہ

وہ دنیا بنا سکتا اور راحت و آرام والی زندگی گذار سکتا ہے، چنانچہ وہ دنیا کے وقتی آرام، عارضی لذتوں اور عارضی آرام کی خاطر اپنی تعلیم، اپنی تجارت کو نہیں چھوڑتا اور دن رات محنت و مشقت سے ترقی کرتا ہے، اگر آئندہ کا یقین نہ ہو تو وقتی لذتوں اور عارضی آرام ہی میں اپنی عمر برباد کر دیتا ہے، چنانچہ انسان اسی نظریہ کے تحت اپنی اولاد پر خوب محنت کرتے، ان کی خاطر رات دن تکالیف و پریشانیاں اٹھا کر ان کو پڑھاتے لکھاتے ہیں اور ان کی دنیا بنانا چاہتے ہیں، بچے بھی اچھی تعلیم اور ہنر حاصل کرنے کے لئے خوب محنت کرتے تاکہ آئندہ ایک عزت دار زندگی گذار سکیں، اسی نظریہ کے تحت وہ ہر روز الگ صبح اپنی نیند اور آرام کو قربان کر کے واکینگ کو جاتا اور ورزش کرتا ہے تاکہ آئندہ وہ بیماریوں سے محفوظ رہے اور مصیبت میں مبتلا نہ ہونے پائے۔

یا اگر کوئی انسان اپنے ہی ملک میں اپنا شہر چھوڑ کر مختصر وقت اور مدت کے لئے تجارت کی غرض سے کسی دوسرے شہر جاتا ہے تو بڑے آرام کی خاطر تھوڑی دیر کی مشکل کو برداشت کرتا ہے اور کسی سرائے اور ہوٹل میں قیام کرتا ہے تو وہاں کم سے کم خرچ میں زندگی گذارنے کی کوشش کرتا ہے، زیادہ مہنگی ہوٹل میں رہنا پسند نہیں کرتا اور خوب مرغن غذائیں کھانا پسند نہیں کرتا، یہاں تک کہ بیت الخلاء کے صاف ستھرا نہ ہونے، گرمی سے بچنے کا انتظام نہ ہونے، بجلی کے بار بار بند ہونے، وقت پر کھانا نہ ملنے یا پسند کا کھانا نہ ملنے کے باوجود پوری تکالیف اور مصیبتوں کو برداشت کر کے تنگی اور تکلیف میں اپنے سفر کے وقت کو پورا کرتا ہے، یہ صرف اس لئے کہ اس کو اپنے مقصد میں کامیاب ہونا ہے اور مال کما کر اپنے شہر لیجانا اور اپنی تجارت کو کامیاب کرنا ہے، ایسے ہی لوگ اپنی دنیا کی زندگی میں اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں، اس کے برعکس اگر کوئی تاجر ایک مہینہ کے مختصر قیام کی خاطر چھوٹی مصیبت کو برداشت نہ کرے تو وہ بڑے آرام سے محروم رہتا ہے، مثلاً اگر وہ ہوٹل کے کمرے کو سجائے اور اس کو کلر کرے اور ایر کنڈیشن بنائے اور عمدہ عمدہ غذائیں کھائے، ناچ گانا دیکھتا بیٹھا رہے، شراب منگا کر پیئے اور تجارت کے لئے دُکان دُکان جا کر محنت نہ کرے تو وہ تاجر اپنے سفر

سے نا کام لوٹتا ہے، مگر بیوقوف سے بیوقوف تاجر بھی ایسا نہیں کرتا۔

کامیابی کے اسی اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے انسان کو دنیا کی عارضی راحت اور وقتی چمک دمک، عیش و آرام کی طرف نہیں دوڑنا چاہئے تاکہ مرنے کے بعد اسے بڑی مصیبت اور بے عزتی کا سامنا کرنا نہ پڑے، عجیب بات ہے کہ انسان دنیا میں رہ کر دنیا کی آگے آنے والی زندگی کی فکر کرتا ہے، اس کے لئے محنت کرتا ہے، اس کے لئے تکالیف و پریشانیاں جھیلتا ہے اور کثیر روپیہ پیسہ اور مال و دولت خرچ بھی کرتا ہے، مگر آخرت والی زندگی کے لئے ویسی محنت اور تکالیف برداشت کرنا نہیں چاہتا ہے، تھوڑی آزمائش اور پریشانی میں دنیا کی وقتی اور عارضی چمک دمک کے پیچھے دوڑتا اور ذرا سی بھی دنیا کی تکلیف و پریشانی کو برداشت نہیں کرنا چاہتا اور آخرت کی بڑی مصیبت خریدتا ہے، یہ صرف اس لئے کرتا ہے کہ اس کے پاس آخرت کے یقین کی بہت بڑی کمی ہوتی ہے، دنیا کی زندگی میں بھی انسان کو اگر آگے کی زندگی میں کامیابی اور عزت ملنے کا یقین نہ ہو تو وہ بڑے بڑے مجاہدے اور محنت نہیں کرتا، تکالیف نہیں جھلتا اور نہ اپنا مال خرچ کرتا ہے، اسی طرح آخرت کی زندگی میں ہمیشہ ہمیشہ کے آرام اور راحت کا یقین نہ ہو اور وہاں پر بڑی بڑی مصیبت، عذابات اور سزاؤں کے ملنے کا یقین نہ ہو اور ان سے بچنے کی فکر نہ ہو تو وہ دنیا میں اعمال صالحہ کا مجاہدہ کرنے کے بجائے اور اپنے آپ کو نیکیوں پر جمانے کی محنت و مشقت کرانے کی بجائے، مجاہدہ نہیں کرے گا اور تقویٰ و پرہیزگاری کی تکالیف سے گھبرا کر گناہوں کی عارضی لذتوں اور عیش ہی میں مبتلا رہے گا، اس لئے اسلام انسانوں کو ایمان کے ذریعہ عقیدۂ آخرت پر ایمان لاکر مرنے کے بعد دوسری زندگی کے یقین کو پیدا کر کے، تقویٰ اور پرہیزگاری کی تکالیف کو جھیل کر برداشت کر کے، ہمیشہ ہمیشہ کی عزت و آرام کی زندگی کو اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے تاکہ انسان چھوٹی معمولی وقتی عارضی تکلیف اور مصیبت کے مقابلہ ہمیشہ ہمیشہ والی بڑی تکلیف سے بچ جائے۔

جب انسان کو دنیا کے ذریعہ آخرت کو بنانے کا موقع دیا گیا اور انسان اس وقت سے فائدہ نہ اٹھائے اور دنیا کے مزے اور لذتوں ہی میں گم ہو کر آخرت کو برباد کرلے اور دنیا سے

جہنم والی زندگی کمائے تو یہ انسان کے لئے گھاٹے اور خسارے کا سودا ہوگا، انسان آخرت میں جانے اور ناکام ہوجانے کے بعد چاہے کتنی ہی عاجزی کرے اس کو پھر دنیا میں نہیں بھیجا جائے گا اور یہ موقع پھر نہیں دیا جائے گا۔

آخرت کا سامان دنیا ہی کے بازار میں ملتا ہے!

آخرت میں دنیا کے بازار کی طرح کوئی بازار نہیں ہوگا اور نہ وہاں دنیا کی دولت کی طرح دولت ہوگی، دنیا میں انسان کو دھوپ لگتی ہے تو فوراً دھوپ سے بچنے کے لئے چھتری کا انتظام کرلیتا ہے، سردی لگتی ہے تو گرم کپڑے پہن لیتا ہے، بھوک لگتی ہے تو غذائیں خرید کر کھالیتا ہے، بیمار ہوتا ہے تو دوا خرید لیتا ہے، پیاس لگتی ہے تو ٹھنڈا پانی خرید کر پی لیتا ہے، مگر آخرت کا بازار ایسا بازار نہیں ہوگا، وہاں نہ پیسہ کام آئے گا اور نہ کسی قسم کی خرید وفروخت ہی ہوگی، آخرت کے تمام سامان تو دنیا کے اس بازار میں ملتے ہیں، یہیں سے آخرت کا سامان خرید کرلے جانا ہے، اگر دنیا کے اس بازار سے آخرت کے سامان کی تیاری نہیں کی گئی تو پھر بہت زیادہ تکلیف ومصیبت اور بے عزتی میں رہنا ہوگا، اسی لئے حدیثوں میں فرمایا گیا کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، جو یہاں بوئیں گے وہی وہاں کاٹیں گے۔

وہاں روپیہ پیسہ نہیں ہوگا، نیکیوں اور برائیوں سے لین دین ہوگا، حدیث کا مفہوم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے دریافت فرمایا کہ مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا جس کے پاس، درہم و دینار نہ ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخرت میں مفلس وہ انسان ہوگا جو نیکیوں کے پہاڑ لیکر آئے گا مگر اس نے دوسروں پر ظلم کیا ہوگا، دوسروں کا مال ناحق کھایا ہوگا، دوسروں کو ستایا ہوگا، دوسروں کے حقوق دبایا ہوگا تو ایسی صورت میں اس کی نیکیاں دوسروں کو دیدی جائیں گی یہاں تک کہ جب اس کی ساری نیکیاں ختم ہوجائیں گی تو دوسروں کے گناہ اس پر لاد دئے جائیں گے، اس لئے دنیا میں جو لوگ رشوت، سود، جوڑے گھوڑے رقمیں، ناجائز مال، دھوکہ دہی کا مال کھاتے ہیں اور

دوسروں کے حقوق ادا نہیں کرتے انہیں اپنی نیکیاں ان کو دینی پڑیں گی۔

دنیا میں ایک دوست رشتہ دار دوسرے دوست اور رشتہ دار کے کام آتا ہے اور اس کی مدد کرتا ہے مگر وہاں کوئی کام نہیں آئے گا، اُلٹا ماں باپ، اولاد سے اپنا زیادہ سے زیادہ حق نکالنے کو مانگیں گے اور اولاد سے دور بھاگیں گے اور اولاد کی نیکیاں مانگیں گے، اولاد ماں باپ کو پھنسائے گی، بیوی شوہر کو پھنسائے گی، وہاں ہر ایک کو اس کے اپنے کئے کا پورا پورا بدلہ ملے گا، وہ بدلے ہی کا دن ہوگا، انصاف ہی کا دن ہوگا، ہر ایک کے ساتھ انصاف کیا جائے گا، رتی برابر نیکی کا اور رتی برابر برائی کا بدلہ بھی ملے گا۔

دوبارہ زندہ ہونے کے انکار کی دو بڑی وجوہات

بے شعور، نادان اور کم عقل والے انسان محض آنکھوں کے مشاہدے اور ذاتی تجربہ کی وجہ سے دوبارہ پیدا ہونے کا انکار کرتے ہیں، وہ چونکہ تمام انسانوں کو دیکھتے ہیں کہ بغیر ماں باپ کے پیدا نہیں ہوتے اور جب پیدا ہوتے ہیں تو ماں کے پیٹ سے انتہائی کمزور حالت میں پیدا ہوتے ہیں، پھر بچپن، جوانی سے گذر کر بوڑھاپے میں آتے اور بوڑھاپے میں وہ جسم کے تمام اعضاء سے ناکارہ ہوجاتے ہیں اور پھر مرجاتے ہیں، مرنے کے بعد ان کو لوگ دفن کردیتے یا جلادیتے یا پرندوں کے حوالہ کردیتے ہیں اور انسان کا جسم مٹی، راکھ، بن جاتا ہے، ہڈیاں بُورا بورا ہوکر ختم ہوجاتی ہیں، کوئی انسان ان کے سامنے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہوتا اور نہ وہ مردے کو زندہ ہوتا ہوا دیکھتے ہیں، اس مشاہدے اور تجربے سے ان کو دوبارہ زندہ ہونے پر یقین پیدا نہیں ہوتا، اس لئے وہ دوبارہ پیدا ہونے اور زندہ ہونے کا تصور ہی نہیں کرسکتے، وہ سمجھتے ہیں کہ انسان مختلف مراحل سے گذر کر ماں کے پیٹ میں نو مہینے رہنے کے بعد دنیا میں آتا اور پندرہ سولہ سالوں کے بعد جوان ہوتا اور پھر بوڑھا ہوکر مرجاتا ہے، مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہونے کے لئے وہ سمجھتا ہے کہ ان تمام مراحل کے بغیر وہ کیسے دوبارہ پیدا ہوسکتا ہے؟ وہ یہ نہیں سوچتے کہ یہ دنیا دارالاسباب ہے، یہاں کا قانون الگ ہے،

مرنے کے بعد والی زندگی کا ضابطہ اور قانون الگ ہوگا، وہاں دوبارہ پیدا ہونے کے لئے نہ ماں باپ کی ضرورت ہے نہ ماں کے پیٹ میں پرورش پانے کی ضرورت، نہ بچپن، جوانی، بوڑھاپے کی ضرورت، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، وہ دوسری بار انسان کو ان تمام مراحل کے بغیر زندہ کرے گا، انسان اپنی قبروں سے جسموں کے ساتھ نکل آئیں گے، انسان خدا کی تمام قدرت کو سمجھ نہیں سکتا، یہ اس کے بس کی بات نہیں ہے۔

دوبارہ پیدا ہونے سے انکار کی دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ انسان کو آخرت کی تمام نعمتوں، تمام عذابات اور سزاؤں کا اندازہ لگانا اس کے بس کی بات نہیں، یہ چیزیں اس کی عقل میں آنے والی باتیں نظر نہیں آتیں، وہ اپنی عقل سے ان نعمتوں اور سزاؤں کا تصور نہیں کرسکتا۔

انسان کی یہ عادت اور فطرت ہے کہ وہ دنیا میں بہت ساری چیزوں کو بغیر دیکھے، مشاہدہ کئے بغیر لوگوں کی شہادت یا خبروں یا ماہرین کی معلومات پر بھروسہ کر کے یقین کرلیتا ہے اور ایسا یقین کرلیتا ہے جو آنکھوں سے دیکھنے سے بھی زیادہ کا ہوتا ہے، مثلاً ڈاکٹروں کے کہنے پر اور ان کی تشخیص پر بڑی بڑی بیماریوں کا یقین کرلیتا ہے اور دوا و پرہیز شروع کردیتا ہے، سائنسدانوں کی پیشگی اطلاعات پر زلزلہ، طوفان کا یقین کرتا ہے اور احتیاط اختیار کرتے ہوئے محفوظ مقامات پر چلا جاتا ہے، چاند اور سیاروں کی بہت سی باتوں کو سائنس کی اطلاعات پر مانتا اور یقین کرتا ہے۔

اسی طرح ہر روز اپنے سامنے گوبر، کچرا، پھل پھلاری اور گندگی میں چاول اور دالوں میں بغیر نر اور مادہ کے کیڑے پیدا ہونے کو بھی دیکھتا ہی رہتا ہے مگر دماغ استعمال ہی نہیں کرتا، ریڈیو اور ٹی وی کی بہت ساری خبروں پر یقین کرتا ہے مگر عجیب بات ہے کہ وہ روحانیت کے ماہرین پیغمبروں کی خبروں اور اطلاعات پر یقین نہیں کرتا، انکار کرتا یا شک کرتا ہے، کمال تو یہ ہے کہ آخرت کا مشاہدہ کرنے سے پہلے بغیر مشاہدے کے ان کی تعلیم پر بھروسہ اور یقین کر کے آخرت کو مان لے، انسان کی آنکھیں کمزور ہی کمزور ہیں، دیوار کے پیچھے کیا ہے؟ جسم کے اندر کیا ہے؟ اندھیرے میں کیا ہے؟ معلوم نہیں کرسکتیں تو پھر آخرت کو کیسے دیکھ سکیں گی؟

کسی چیز کو ماننے اور تسلیم کرنے کے لئے حواس اور مشاہدہ کا علم ہی سب کچھ نہیں، انسان خود بہت ساری چیزوں کو بغیر دیکھے مانتا اور انکا یقین کرتا ہے، اس لئے آنکھوں پر بھروسہ کر کے آخرت کا انکار یا دوبارہ زندہ ہونے کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

ایک انسان اپنے ماں باپ کو پیدا ہونے سے پہلے انہیں ماں باپ بنتا ہوا نہیں دیکھتا اور شعور آنے تک ان کے پاس پلتا رہتا ہے اور زندگی بھر ان کو ماں باپ مانتا ہے۔

بے شعور انسان سمجھتے ہیں کہ یہ زندگی بس اسی نظر آنے والی دنیا ہی کا نام ہے، کھانا پینا، عیش کرنا اور مر جانا، اس کے بعد کوئی زندگی نہیں ایسے انسانوں کو سوچنا چاہئے کہ سورج، چاند، ستارے، سیارے، ہوا، پانی، زمین، آسمان، پہاڑ، سمندر جب ہزاروں سال سے ہیں اور باقاعدہ خاص خاص مقاصد کے تحت اپنا کام کر رہے ہیں تو انسان قیمتی اعلیٰ مخلوق اور خدا کا انمول شاہکار ہونے کے باوجود ۶۰ ر ۷۰ ر یا ۸۰ ر سالوں میں کیسے ختم ہو جائے گا، ان کو سوچنا چاہئے کہ انسان صرف دنیا کے لئے یا بیکار اور بے مقصد کیسے پیدا کیا جا سکتا ہے؟

ایسے لوگوں کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ جب ان کے سامنے ہر روز انسان مرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور مختلف عمروں میں مرتے ہیں تو یہ ہمارے دوست، بھائی جو کل تک ہمارے ساتھ تھے موت کے ذریعہ کہاں غائب ہو گئے، وہ دنیا چھوڑ کر کیوں چلے گئے، آخر وہ اس دنیا میں آئے کیوں تھے اور ایک وقت گذارنے کے بعد چلے کیوں گئے؟ کیا یہ دنیا اصل نہیں؟ کیا انسان یہاں مختصر وقفہ کے لئے آیا ہے؟ کوئی اپنی چاہت اور مرضی سے مرنا نہیں چاہتا، آخر کون ہے جو ان کو ان کی مرضی کے خلاف موت کے ذریعہ اس دنیا سے لیکر چلا گیا، آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اسلام یہ تعلیم دے رہا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے اور جواب دینا ہے تو آخرت کیا ہے؟ اس کی ضرورت کیوں ہے؟ اسلام اس پر ایمان لانے کو کیوں ضروری قرار دیتا ہے؟ آخرت کے عقیدہ سے انسان کی زندگی پر کیا اثرات پڑتے ہیں؟ آخرت کو ماننے سے انسان کو کیا فائدہ ہے؟ جو آخرت کو نہیں مانتے ان کا کیا حال ہوگا؟ وغیرہ ان کو جاننا چاہئے۔

☆☆☆☆☆

کیا موت کے بعد انسان کی زندگی ختم ہو جاتی ہے؟

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتاً فَاَحْيَاكُمْ ، ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۔ (البقرہ:۲۸)

تم اللہ کے ساتھ کفر کا رویہ کیسے اختیار کرتے ہو؟ حالانکہ تم بے جان تھے اس نے تم کو زندگی عطا کی پھر وہی تمہاری جان سلب کرے گا، پھر وہی تمہیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا، پھر اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

موت کے بعد انسان کی زندگی ختم نہیں ہوتی بلکہ ایک نئی زندگی شروع ہوتی ہے، موت دراصل دنیا اور آخرت کے درمیان کا دروازہ ہے۔

انسانی زندگی بہت اوپر سے آرہی ہے، زندگی کا سفر بڑا طویل ہے، خوب اچھی طرح یاد رکھئے کہ جب انسان دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو انسان کی زندگی پیدائش سے شروع نہیں ہوتی اور جب وہ اس دنیا سے مرجاتا ہے تو موت سے زندگی ختم نہیں ہو جاتی، نہ انسان کی اس دنیا میں پیدائش زندگی کی ابتداء ہے اور نہ موت زندگی کا خاتمہ ہے، زندگی پیدائش سے پہلے سے چلی آرہی ہے اور زندگی موت کے بعد بہت دور تک چلی جارہی ہے، انسان نکلا ہے عالم الست سے، نسل در نسل انتقال کرتا ہوا ماں کے پیٹ میں آتا ہے، ارشاد ہے: كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُم ، ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۔ قرآن نے پہلے انسان کے مردہ پن اور موت کا تذکرہ کیا، پھر حیات کا، اگر انسان کو اپنی موت و حیات سمجھ میں آجائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے کفر اور نافرمانی نہیں کرتا، نادان انسانوں کے نزدیک یہ زندگی ہی اصل زندگی ہے، یہاں کا مرنا ہی اصل موت ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ بس زندگی اسی دنیا کی زندگی کا نام ہے، حالانکہ فرمایا گیا: خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ۔ انسان کو موت اور زندگی کے ذریعہ آزمایا جارہا ہے کہ کون اچھے کام کرتا ہے اور کون برے اعمال کرتا ہے؟ اس سے ثابت ہوا کہ دنیا کی زندگی اصل زندگی نہیں، زندگی کے سفر کا ایک جزو اور ٹکڑا ہے، حصہ ہے، یہاں کا جینا کُل جینا نہیں اور یہاں کا مرنا کُل

مرنا نہیں، انسان آج جتنی نافرمانیاں اور کفر کر رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے زندگی کو سمجھا نہیں اور نہ موت کی حقیقت کو سمجھا ہے۔

انسان کی دوسری خرابی یہ ہے کہ اس کے نزدیک پیدائش پہلے ہے، موت بعد میں ہے جبکہ قرآن کریم نے موت کا تذکرہ پہلے کیا اور یوں ارشاد فرمایا کہ موت سے حیات دی، پھر موت دے کر پھر حیات دے گا، اس لئے پیدائش زندگی کی ابتداء نہیں بلکہ زندگی کے سفر پر انسان انتقال کر کے منتقل ہو رہا ہے، پیدائش ایک دروازہ ہے، موت کے زمانہ سے حیات میں آنے کا، اور حیات کے بعد موت ایک دروازہ ہے ایک دنیا سے دوسری دنیا میں منتقل ہونے کا، آخرت میں جانے کا۔

انسان نہ پیدائش سے پہلے کا حال جانتا ہے اور نہ موت کے بعد کا حال دیکھا، اس لئے وہ اس دنیا کی زندگی سے دھوکہ کھا رہا ہے، اس زندگی کو سب کچھ سمجھ رہا ہے، آخرت کے درست ہونے کے لئے اور آخرت کو سدھارنے کے لئے انسان کو ہر وقت ہر گھڑی قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق پہلے موت ہی کو یاد رکھنا ضروری ہے، ہر کام میں موت یاد رہے تو وہ ٹھیک ٹھیک چل سکتا ہے، جو لوگ زندگی کے بعد موت کا تصور رکھیں گے وہ موت کو بھولے ہوئے ہوں گے اور موت سے غافل بنے ہوئے ہوں گے اور جس نے پہلے موت کو یاد رکھا وہ دن کو آخری دن اور رات کو آخری رات سمجھے گا، اس لئے کہ انسان پہلے موتی تھا، امتحان کی خاطر زندگی ملی، پھر موت ملے گی، پھر زندہ کیا جائے گا، اس کو یہ احساس رہتا ہے کہ انسان کو دنیا میں وقتی آزادی اس لئے دی گئی کہ کون اس آزادی کا صحیح استعمال کرتا ہے اور کون غلط، اس کو احساس رہتا ہے کہ اس حیات کے ذریعہ اس کا ریکارڈ تیار کیا جا رہا ہے، اس کی زندگی کا یہ دور امتحان و آزمائش کا ہے، دوسرا دور انجام ہے، یعنی ایک عارضی ہے اور دوسرا مستقل، اس سے ثابت ہوا کہ موت کی وجہ سے انسان کی زندگی ختم نہیں ہوتی بلکہ ایک دوسری شکل میں جاری رہتی ہے، آخرت کی شروعات موت ہے، موت اس کا پہلا دروازہ ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے خلیفہ بننے کے بعد عید کے موقع پر بیوی کے کہنے سے

خزانے کے داروغہ کو ایک خط لکھا اور درخواست کی کہ وہ قرضۂ حسنہ کے نام پر کچھ رقم دیں اور ہر ماہ ان کی تنخواہ میں سے اس رقم کا کچھ حصہ کاٹ لیں، داروغہ نے امیر المؤمنین کی درخواست پر سوال کیا کہ: کیا آپ اپنی زندگی کی گیارنٹی دے سکتے ہیں کہ اتنی مدت تک زندہ رہیں گے؟ تو پھر خزانے سے قرض جاری کیا جاسکتا ہے، اس پر امیر المؤمنین نے داروغہ کی بات پر اپنی موت کو یاد کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی۔

ایک نیک اور دیندار بادشاہ سے ایک مسافر نے آکر سوال کیا کہ آپ بادشاہ ہوتے ہوئے ہر گھڑی، ہر لمحہ کیسے اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں زندگی گذار رہے ہیں؟ بادشاہ نے اس انسان کو سمجھانے کے لئے سپاہیوں کو بلا کر بظاہر حکم دیا کہ ان کو فلاں بازار جہاں شراب، ننگی عورتیں، ناچ گانا بجانا، زنا وغیرہ کی دعوت دی جاتی ہے، اس بازار سے گذارتے وقت قتل کردو، لیکن سپاہیوں نے اس مسافر کو لیجا کر اس کے سامنے ایک آئینہ رکھ کر گردن پر ننگی تلوار تیار رکھی، پورا بازار پھرایا مگر قتل نہیں کیا، کیونکہ بادشاہ کا خفیہ حکم یہی تھا، شام کو دربار میں واپس لائے، بادشاہ نے پوچھا: کہو بازار میں کیا کیا دیکھا اور کتنا مزا اور لطف اٹھایا؟ مسافر نے کہا: سر پر موت کی تلوار لٹک رہی تھی، نگاہیں بس آئینہ پر جمی ہوئی تھیں کہ کب تلوار چلتی اور میں مارا جاتا، اطراف سب کچھ ہوتے ہوئے میں نے کسی پر نگاہ نہیں ڈالی، صرف آئینہ میں نگاہ رکھ کر چلتا رہا، تو بادشاہ نے کہا: یہی حال میرا بھی ہے، میرے سر پر بھی موت کی تلوار لٹک رہی ہے، پتہ نہیں کب میں اس دنیا سے موت کے ذریعہ چلا جاؤں گا، اس لئے میں اس مقام پر رہتے ہوئے کیسے دنیا کی لذتوں اور گناہوں کی طرف دیکھ سکتا ہوں، میری نگاہ چوبیس گھنٹے موت پر ہے۔

انسانوں کی زندگی کا ریکارڈ محفوظ کیا جارہا ہے!

انسان جب دنیا میں آیا ہے تو سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ تمام انسان جو شروع سے پیداء ہوئے ہیں ان کی آوازیں خلا میں محفوظ ہیں، ان کو سننے کی کوشش کی جارہی ہے۔

اسی طرح قرآن کریم کہتا ہے کہ قیامت میں زمین خبریں بیان کرے گی، انسان نے

زمین کے جس جس حصہ پر نیکی اور گناہ کیا ہے، انسان کا فوٹو وہاں محفوظ ہو رہا ہے اور قیامت کے دن زمین انسانوں کے تمام اعمال کو پیش کرے گی۔

اسی طرح قرآن کہتا ہے کہ انسانوں کے تمام اعمال کا ریکارڈ تیار کیا جا رہا ہے اور محفوظ کیا جا رہا ہے اور قیامت کے دن نامۂ اعمال کی شکل میں انسانوں کو دیدیا جائے گا، انسان اس نامۂ اعمال کو دیکھ کر یہ کہے گا کہ یہ کیسی کتاب ہے جس نے میری چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی حرکت اور عمل کو لکھا ہے؟ جو لوگ کامیاب ہوں گے ان کو یہ رپورٹ (نامۂ اعمال) سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا اور جو لوگ ناکام ہوں گے ان کا نامۂ اعمال پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، کامیاب ہونے والا انسان اپنے نامۂ اعمال (رپورٹ) کو خوشی خوشی لوگوں کو دکھاتا ہوا میدان حشر میں پھرے گا۔

مگر یہ تمام چیزیں عام انسانوں کے مشاہدہ سے فی الوقت اس دنیا کی زندگی میں دور ہیں، نظر نہیں آتیں، اس لئے انسان دوبارہ پیدا ہونے کا یقین نہیں کرتا، جو انسان اس دنیا کو امتحان گاہ سمجھتا اور یاد رکھتا ہے وہ ان تمام باتوں کو سچ جانتا اور آخرت کی تیاری کرتا ہے، بے شعور انسان اپنی عقل کا استعمال پوری طرح نہیں کرتا، وہ یہ نہیں سوچتا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل وفہم سے ویڈیو کیمرے کے ذریعہ انسانوں کے تمام حالات محفوظ کررہا ہے، چنانچہ حکومت فسادی لوگوں، ٹرافک کنٹرول، جنگی حالات اور دوسرے ملکوں کی جاسوسی کرنے، پولیس، قاتل اور چوروں کو پکڑنے کیلئے مختلف جگہوں پر کیمرے لگا کر انسانوں کے اعمال اور ان کی حرکتوں کو تو کیمروں میں محفوظ کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ جس نے انسانوں کو یہ دماغ اور صلاحیت دے رکھی ہے تو کیا وہ زمین کو کیمرہ بنا کر ان کے فوٹوز اور اعمال کو محفوظ نہیں کرسکتا؟!

قرآن کریم یہ بھی کہتا ہے کہ قیامت کے دن انسان اپنے گناہوں پر اللہ سے شہادت مانگے گا تو اس کی زبان بند کردی جائے گی اور ہاتھ، پیر اور جلد گواہی دیں گے، جب انسان ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ انسانوں کی آواز محفوظ کرتا اور حکومت کے آفسروں اور منسٹروں کی آوازیں ٹیپ کی جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی حرکتوں کو محفوظ کرنا کونسا مشکل کام

ہے؟ جب ٹیپ میں آواز محفوظ ہوسکتی ہے اور وہ بات کرسکتا ہے تو کیا انسانی اعضاء بات نہیں کرسکتے؟ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، وہ جو چاہے جیسا چاہے کرسکتا ہے۔

انسانی زندگی کے دو حصے ہیں: ایک مہلتِ عمل، دوسرا جزائے عمل

انسان کی زندگی ایک پودے کی مانند ہے، جس طرح پودے کی زندگی کے دو حصے ہوتے ہیں، ایک حصہ میں اسے موقع ملتا ہے کہ پھول، پھل، پتے، ڈالیاں اور بیج تیار کرے اور پھر سوکھ کر ختم ہوجائے، پھر دوسری زندگی میں اس کے پراڈکٹ پھل، لکڑیوں اور بیجوں سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے، ایک درخت کے بیجوں سے ہزاروں درخت پھیلتے ہیں اور دنیا میں باغات آباد ہوتے ہیں، بیکار درختوں کو کچرے میں ڈال کر جلادیا جاتا ہے۔

بالکل اسی طرح انسان کی زندگی کے بھی دو حصے ہیں، ایک مرنے سے پہلے، اسے موقعہ ملتا ہے کہ وہ اپنی دنیا کی زندگی کے ذریعہ آخرت والے پھول، پھل، لکڑی اور بیج تیار کریں اور دنیا میں بیجوں کے ذریعہ اعمال صالحہ کے پودے لگا کر ہزاروں انسانوں کو تیار کریں اور پھر مرنے کے بعد اپنے پراڈکٹ کا فائدہ اٹھائیں۔

مرنے سے پہلے انسان کو یہ مہلت، موقعہ اور آزادی دے کر یہ اختیار دیا جارہا ہے کہ وہ پھولوں، پھلوں والا درخت بنے یا کانٹے دار جھاڑ بنے، چاہے تو وہ اپنے اختیار اور پسند سے اللہ والا بنے، چاہے تو شیطانی گروپ والا بنے، اگر انسان اپنی اس مہلت میں مرنے سے پہلے مرنے کے بعد والی زندگی کی تیاری نہ کرے اور وہاں کا سامان تیار نہ کرے تو وہ گھاٹے اور نقصان میں رہے گا اور پھر اس کو کچرے کی کنڈی کے حوالہ کردیا جائے گا، دوزخ دراصل انسانوں کے کچرے کی کنڈی ہے جہاں ان کو جلادیا جائے گا اور ہمیشہ ہمیشہ جلتے رہنا پڑے گا۔

انسان کے کئے گئے مہلت زندگی میں اعمال سے یا تو گناہ کے خاردار جنگل آباد ہوتے ہیں یا نیکی کے باغ آباد ہوتے ہیں اور قیامت تک ان کے اعمال کے اثرات چلتے ہی رہتے ہیں۔

دنیا کی اس مہلت والی زندگی میں آخرت کی تیاری کیلئے انسان کو درخت کی مثال بن کر

زندگی گذارنا چاہئے، درخت جانداروں کی گندگی کو خود کھا جاتا ہے اور گندی ہوا کو صاف کر کے پاک صاف ہوا دیتا ہے، درخت انسانوں کیلئے سایہ کا کام دیتا ہے اور اپنے ہر ہر جزو سے انسانوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، چنانچہ انسان اور دوسرے جانداروں کے لئے پتوں سے، پھولوں سے، پھلوں سے، لکڑی سے، دوائیں، غذائیں، ضروریات زندگی کے سامان مہیا کرتا ہے، خود کٹ کر انسانوں کے لئے جلتا اور ان کے لئے مزید ارغداؤں کا انتظام کرتا ہے، درخت دنیا میں انسانی شور اور پکارے کو کم کرتا ہے، درخت دنیا کی دھول گرد کو اپنے اوپر لے لیتا ہے اور پھر سب سے بڑا کام یہ کرتا ہے کہ دنیا سے جاتے جاتے ہزاروں بیج چھوڑ کر جاتا ہے جس سے ہزاروں پھل اور پھول کے درخت دنیا میں چلتے ہی رہتے ہیں، اس لئے انسان دنیا میں درخت سے سبق حاصل کر کے زندگی گذارے تب ہی وہ آخرت میں بلند درجات پا سکتا ہے، ایک معمولی بظاہر بے جان درخت ہزاروں درخت تیار کر کے جاتا ہے، افسوس ہم مسلمان ہوتے ہوئے اپنی اولاد میں مسلمانی پیدا نہیں کر سکتے، انسان کو موقع ہے کہ وہ اس مہلت والی زندگی میں آخرت کی تجارت کر لے اور اپنی زندگی کو برف کی طرح پگھلا کر یوں ہی برباد نہ کر لے۔

دنیا ہی کی زندگی انسان کے جنت یا جہنم بنانے کی جگہ ہے

انسانوں کے لئے دنیا کی زندگی ہی اصل ہے، یہاں سے ہی وہ جنت حاصل کر سکتا ہے یا جہنم حاصل کرتا ہے، اگر اس نے دنیا میں اپنے مالک کو صحیح پہچان لیا اور مان لیا تو کامیاب ہو کر جنت میں جائے گا اور اگر اس نے اپنے مالک کو صحیح نہیں پہچانا اور اس کی مرضی پر زندگی نہیں گذاری تو وہ ناکام ہوگا اور ہمیشہ ہمیشہ کے جہنم میں چلا جائے گا۔

دنیا کی اس امتحان گاہ میں انسان کو پوری آزادی واختیار دیا گیا ہے کہ آیا وہ اللہ کو مانے یا اللہ کا انکار کرے یا اللہ کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرے، جس طرح ایک بچے کو دنیا کی امتحان گاہ میں ۳/ یا ساڑھے تین گھنٹے کی چھوٹ اور آزادی دی جاتی ہے کہ وہ امتحان گاہ میں بیٹھ کر سوالات کے صحیح جوابات لکھے یا غلط لکھے یا صرف لکیریں مارتا بیٹھا رہے یا اگزامنر کے

خلاف لکھے، اس کی کوئی پکڑ نہیں ہوتی، وقت ختم ہونے کے بعد پرچۂ جوابات لیکر اس کو امتحان گاہ سے باہر نکال دیا جاتا ہے اور نتیجہ ایک دن مقرر کر کے اس کا رزلٹ ڈکلیر کر کے اس کی رپورٹ اس کو دیدی جاتی ہے، بالکل اسی طرح انسان کو اس دنیا میں ۶۰/۷۰/ یا ۸۰/سال کا وقت دے کر آزادی دیدی گئی ہے، اب اس آزادی کے اوقات میں وہ اگر اپنے مالک کے ساتھ غداری کرے یا اس کو نہ مانے یا اس کے حکم کے خلاف چلے تو اس کو پکڑا نہیں جاتا اور نہ سزا دی جاتی ہے، جس طرح بچے کو امتحان گاہ میں غلط جوابات یا شرارت کرنے پر فوراً سزا نہیں دی جاتی اسی طرح انسان کو دنیا کی زندگی کا وقت ختم ہونے کے بعد اس کو دنیا سے نکال دیا جاتا ہے اور ایک Day of jadgment فیصلہ کے دن تک اس کا نتیجہ ڈکلیر نہیں کیا جاتا۔

آخرت کا انکار اور اقرار کرنے والوں کی زندگیاں یکساں نہیں ہوتیں

انسانی زندگی کا عقیدہ سے بہت گہرا تعلق ہے، انسانی زندگی کے تمام اعمال کا دارومدار عقیدہ ہی سے جڑا ہوا ہے، جیسا عقیدہ ہوگا عمل بھی ویسا ہی نکلے گا، صحیح عقیدہ سے صحیح اور پاکیزہ عمل، غلط عقیدہ سے غلط اور ناپاک عمل، اس لحاظ سے عقیدۂ آخرت کو ماننے اور انکار کرنے والوں کی زندگیوں میں بہت بڑا فرق ہوگا، دونوں ایک جیسے نہیں ہوں گے، آخرت کا انکار یا اقرار دونوں کو الگ الگ راستوں پر ڈال دیتا ہے اور یہ دونوں ایک مرکز پر نہیں مل سکتے، آخرت کا انکار کرنے والا یا اس کا پختہ یقین نہ رکھنے والے کی تمام تر محنت، توجہ اور دلچسپیاں دنیا ہی کے لئے ہوں گی، وہ دنیا کے حاصل کرنے میں ایمانداری و بے ایمانی، انصاف و ناانصافی، حرام وحلال، پاک وناپاک، جائز وناجائز، دیانتداری و بددیانتی کا کوئی فرق اور تصور ہی نہیں رکھتا، جب کسی ملک یا کسی قوم میں آخرت کا انکار کرنے والوں کی یا کمزور عقیدہ رکھنے والوں کی زیادتی ہوجاتی ہے تو اس معاشرہ میں شرک، زنا، شراب، جوا، چوری، لوٹ مار، حرام مال، سود، رشوت، جوڑے گھوڑے کی رسمیں، قتل وغارتگری، ناانصافی، ظلم، ناچ گانا بجانا، بربریت اور آوارگی کی کثرت ہوجاتی ہے، ایسے تمام انسان نفس کے پجاری، پیسے

کے بندے اور دنیا کے پرستار بن جاتے ہیں، یہ اپنے مفاد کی خاطر لوگوں کو اور ملکوں کو اور قوموں کو لڑاتے، لوگوں کا مال ہڑپ کرنے کے پروگرام بناتے ہیں اور حیوانوں کی طرح درندگی کی زندگی گذارتے ہیں،۔

جو لوگ آخرت کا پختہ یقین رکھتے ہیں ان کی زندگی اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے، وہ لوگ حق و انصاف اور شرافت کا نمونہ بن جاتے اور انہیں دیکھتے ہی لوگوں کو خدا یاد آ جاتا ہے، ان کی ساری توجہ اور تیاری آخرت پر ہوتی ہے۔

''لوگوں کیلئے مرغوبات نفس، عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آئند بنادی گئی ہیں، مگر یہ سب دنیا کی چندروزہ زندگی کے سامان ہیں، حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے وہ اللہ کے پاس ہے، کہو! میں تمہیں بتاؤں کہ ان سے زیادہ اچھی چیز کیا ہے؟ جو لوگ تقویٰ کی روش اختیار کریں ان کیلئے ان کے رب کے پاس باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہاں انہیں ہمیشگی کی زندگی حاصل ہوگی، پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی، اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے، اللہ اپنے بندے کے رویےّ پر گہری نظر رکھتا ہے''۔(ال عمران:)

اللہ تعالیٰ دنیا کو امتحان اور آزمائش کی جگہ بنائی ہے، دنیا کی اس امتحان والی زندگی میں گناہوں میں وقتی لذت، مزے اور عارضی عزت، عیش و آرام ہے اور نیکیوں کے راستہ میں عارضی تکلیف، مصیبت اور مشکلات ہیں، یوں سمجھئے کہ جہنم والے راستے میں عارضی عزت و آرام اور آسانی اور مزے نظر آتے ہیں اور جنت والے راستہ میں عارضی مشکلات، تکالیف اور پریشانیاں ہیں اور اس میں بظاہر بے عزتی نظر آتی ہے، جنت والا راستہ کٹھن اور مشکل، بے مزہ نظر آتا ہے، دوزخ والا راستہ آسان، مزیدار نظر آتا ہے، آخرت پر ایمان رکھنے والوں اور آخرت کا انکار کرنے والوں یا کمزور عقیدہ رکھنے والوں کو ان دونوں راستوں کا سابقہ دن رات دنیا کی زندگی میں پڑتا رہتا ہے، آخرت کا انکار کرنے والا گناہوں میں لذت، خواہشاتِ نفسانی کے مزے اور دنیوی عیش و آرام اور وقتی عزت کی خاطر دھوکہ کھا کر جہنم والے راستہ پر دوڑتا رہتا ہے، وہ یہ نہیں سوچتا کہ دنیا کی یہ وقتی عزت، مزوں اور آرام میں ہمیشہ کے جہنم کا

عذاب، جہنم کی تکالیف اور جہنم کی مصیبتیں چھپی ہوئی ہیں، اس کے برعکس جو انسان آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ نیکیوں میں تکالیف اور مصیبت اور پریشانیوں میں جنت کا عیش و آرام اور ہمیشہ ہمیشہ کی عزت و آرام اور جنت کی ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتیں اور مزے دیکھتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ دنیا کی مصیبت عارضی، دنیا کی راحت و عزت عارضی ہے، اس لئے وہ جان بوجھ کر نیکیوں والی تکالیف اور پریشانی کی زندگی کو ترجیح دیتا ہے، وہ تکلیف، مصیبت اور بے عزتی کو دیکھتے ہوئے بھی دنیا کے مزے، عیش و آرام کی پرواہ کئے بغیر اُسی کو اختیار کرتا ہے۔

ان دو قسم کے عقیدے اور یقین رکھنے والوں کی زندگیاں بھی الگ الگ ہوتی ہیں، جس طرح اندھیرے اور اجالے، خوشبو اور بدبو، زندہ اور مردہ، اندھے اور بینا میں فرق ہوتا ہے اسی طرح دونوں کی زندگیوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے، دونوں کے اعمال ایک طرح کے نہیں ہوتے، ایک جنت کے راستہ پر دوڑتا ہے، دوسرا دوزخ کے راستہ پر چلتا ہے، ایک دنیا کے اس حصہ پر مرمٹتا ہے جس سے جہنم ملتا ہے، دوسرا دنیا کے اس حصہ کو پسند کرتا ہے جس سے جنت ملتی ہے، مثلاً ایک اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہیں مانتا، دوسرا اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو بھی اللہ جیسا مانتا ہے، ایک بے پردگی اور عریانیت اور بے حیائی کو پسند نہیں کرتا، دوسرا بے پردگی، عریانیت اور بے حیائی میں مزہ محسوس کرتا ہے اور اسی کو پسند کرتا ہے۔

ایک حرام مال سے نفرت کرتا، دوسرا حرام و ناجائز مال میں مزہ، عزت و آرام محسوس کرتا ہے، ایک کو نماز ادا کرنا فرض و سکون نظر آتا ہے، دوسرا نماز ادا کرنا ضروری نہیں سمجھتا، ایک کو گالی گلوج اور فسق و فجور سے نفرت ہوتی ہے، دوسرے کو گالی گلوج اور فسق فجور پسند ہوتا ہے اور اس میں مزہ نظر آتا ہے ایک کو قتل و خون اور غارت گری سے نفرت ہوتی ہے دوسرا قتل و خون اور غارتگری میں بڑائی و عزت سمجھتا ہے۔

غرض جس طرح ایک انسان آنکھیں رکھتے ہوئے سانپ کو نہیں پکڑتا اور آنکھیں رکھتے ہوئے آگ اور غلاظت کے گڑھے میں نہیں گرتا، آنکھیں رکھتے ہوئے غلاظت اور گندگی نہیں کھاتا، بالکل اسی طرح آخرت پر ایمان اور اس کا یقین رکھنے والا اندھا اور بے شعور نہیں ہوتا

اور شیطان کا ساتھی نہیں بنتا، وہ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا اور جہنم کے گڑھے میں نہیں گرتا، اس کے برعکس آخرت پر یقین نہ رکھنے والا یا انکار کرنے والا آنکھیں رکھ کر اپنے ضمیر اور لوگوں کی نصیحت کے خلاف برائی کو برائی جانتے ہوئے اندھا اور بے شعور بن جاتا ہے اور شیطان کا ساتھی بن کر جان بوجھ کر نفسانی مزوں، وقتی لذتوں اور عارضی عزت و آرام کی خاطر اسلام کے اور اللہ کے ہر حکم کے خلاف ہی کرے گا، اس کے نزدیک دنیا اور دنیا کے فائدے آخرت کے مقابلہ میں عزیز ہوتے ہیں، وہ دنیا کی چمک دمک دنیا کے مزوں اور لذتوں اور عزت کی خاطر جان چھڑکتا ہوا گناہوں کی زندگی میں لت پت ہو جاتا ہے، اس کے نزدیک دنیا اور دنیا کا آرام و عزت اس گوبر اور گندگی کے ڈھیر کی مانند ہوتی ہے جس پر ہوائیں مٹی کے پرت ڈال دیتی اور ہلکی ہلکی بارش، نرم و خوبصورت ہریالی اگا دیتی ہے، اب وہ ظاہری خوشنمائی پر اس گندگی کے ڈھیر پر لوٹتا ہے جس کی وجہ سے اندر چھپی ہوئی پوری غلاظت میں وہ لت پت ہو جاتا ہے، گندگی میں رہتا، گندگی کھاتا اور گندگی لئے پھرتا ہے، ایسے لوگ خود بھی گناہوں کے عاشق ہوتے ہیں اور دوسروں کی نیکیوں اور پرہیزگاری پر ہنستے اور لوگوں کو برائی سکھاتے اور نیکیوں سے روکتے ہیں اور گناہوں کے کاموں میں مدد کرتے ہیں۔

جو لوگ ایمان رکھ کر آخرت کا یقین رکھتے، وہ دنیا کی چمک دمک سے متاثر نہیں ہوتے اور شیطان کے دھوکے میں نہیں آتے اور دنیا کی گندگیوں کو غلاظت جان کر ان سے دور رہتے ہیں، ان کو گندگی لگ جائے تو فوراً توبہ کر کے پاک ہو جاتے ہیں، گناہوں سے نفرت اور نیکیوں سے محبت کرتے ہیں اور دوسرے انسانوں کو بھی نیکیوں کا حکم کرتے اور برائیوں سے روکتے اور ان کا نیکیوں میں ساتھ دیتے اور گناہ اور نافرمانی کے کاموں میں بائیکاٹ کرتے ہیں، دنیا کی چمک دمک اور دنیا کے ناجائز مزے ان کو متاثر نہیں کر سکتے، حرام مال اور حرام چیزیں ان کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکتیں، ان کو یہ یقین اور احساس رہتا ہے کہ اگر خالص ایمان نہ ہوا اور وہ شرک، کفر اور نافرمانیوں میں گھرے رہیں گے تو آخرت میں نقصان ہوگا، ہم گھاٹے اور خسارے میں مبتلا ہو جائیں گے اور جنت سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے، اللہ کی

رضا نہ ملے گی، ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے اور آخرت میں کامیاب ہونے کے لئے خود بڑے بڑے نقصانات کو برداشت کر لیتے ہیں لیکن ناانصافی، ظلم اور حق تلفی سے دور رہتے ہیں۔

آخرت سے غافل اور آخرت پر یقین نہ رکھنے والا یا کمزور ایمان رکھنے والا، دنیا کے ہر اس کام کو اچھا اور فائدہ مند سمجھتا ہے جس میں اس کو مالی فائدہ ملے، نفس کو مزہ آئے یا دنیوی عزت ملے یا دنیا کا آرام و راحت ملے، چاہے وہ اللہ کی کتنی بڑی نافرمانی ہی کیوں نہ ہو اس سے اسلام کا نقصان کتنا ہی کیوں نہ ہو، مسلمانوں کی بے عزتی کتنی ہی کیوں نہ ہو، غیر مسلموں کو اسلام سمجھنے میں دشواری کتنی ہی کیوں نہ ہو، اس کے برعکس آخرت پر یقین رکھنے والے ہر اس کام کو بُرا اور ناجائز سمجھتا ہے جو قرآن اور حدیث کے خلاف ہو، رسولؐ کی اتباع سے ہٹ کر ہو، جو اللہ کے حکم کو توڑتا ہو، چاہے اس سے اُسے کتنا ہی مالی نقصان ہوتا ہو یا عزت نہ ملتی ہو یا نفسانی خواہش پوری نہ ہوتی ہو، وہ ہر کام آخرت پر نگاہ رکھ کر اسلام کو مضبوط کرنے مسلمانوں کے وقار کو بڑھانے، غیر مسلموں کے سامنے اسلام کی صحیح شکل پیش کرنے کے لئے کرتا ہے، یہ سب کرنے کے بعد وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ بھی سمجھتا ہے۔

خوف اور محبت کے تصور ہی سے انسان اعمال صالحہ اختیار کرتا ہے اور اعمال رذیلہ سے دور رہتا ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت اور طبیعت کچھ اس طرح بنائی ہے کہ وہ نفع دینے والی چیزوں سے محبت کرتا ہے اور ان کی طرف دوڑتا ہے اور نقصان پہنچانے والی چیزوں سے نفرت کرتا اور دور رہتا ہے، چنانچہ انسان دنیا کے تمام کاموں میں انعام، ترقی اور بلند درجات کے تصور سے محنت و مشقت اور مجاہدے کرتا ہے اور سزا، بے عزتی، ذلت و مصیبت کے تصور سے نقصان دینے والی چیزوں کی طرف نہیں جاتا۔

انسانوں کی اسی فطرت کے تحت اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مصلحت سے انسانوں کو دنیا کی امتحان والی زندگی میں ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ اختیار کرنے پر جنت میں نعمتیں، بلند

درجات و مقامات اور جنت کے وارث بنانے کا وعدہ فرمایا ہے اور ایمان قبول نہ کرنے اور اخلاق رذیلہ کے ساتھ زندگی گذارنے پر دوزخ میں سخت سے سخت عذابات دینے، ذلت و رسوائی میں مبتلا کرنے کا اعلان فرمایا ہے۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی ماں باپ اپنی اولاد کو دنیا کی ڈگریاں لیکر قابل ترین انسان بننے اور اپنی وفاداری و خدمت کرنے پر اپنی جائیداد اور ملکیت کا وارث بنانے اور عزت دار زندگی عطا کرنے کا وعدہ کرتے ہیں اور دنیا کی تعلیم میں ناکامی اور نااہل بننے اور ان کی بغاوت و نافرمانی پر دولت، بنگلہ و کوٹھی سے محروم کر کے بے عزتی اور مصیبت میں مبتلا کر کے سزاؤں کا اعلان کرتے ہیں، تو ایسی صورت میں تمام اولاد اچھی سے اچھی دنیوی تعلیم حاصل کرنے اور والدین کی خدمت اور وفاداری کرنے کی زبردست کوشش کرتی ہے اور ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرتی ہے تاکہ وہ ماں باپ کی نگاہوں میں محبوب بن جائیں، ماں باپ کے پیارے اور دل کے ٹکڑے بن جائیں۔

دنیا میں اگر کسی اولاد کو اپنے ماں باپ کی سختی اور سزا کا ڈر خوف نہیں رہتا تو وہ ماں باپ سے نڈر بن جاتی ہے، ماں باپ کی ان کے مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے عزت و احترام نہیں کرتی اور ان کی کوئی بات نہیں سنتی اور نافرمانی کرتی ہے، پڑھنے لکھنے کے بجائے غنڈہ گردی، آوارہ بن کر بچپن ہی سے چوری، جوا، گالی گلوج، بداخلاقی اور دوسری آوارگیوں اور غلط اعمال میں مبتلا ہو کر ماں باپ کی زبردست نافرمانی کرتی ہے، وہ اسکول جانے کے بجائے آوارہ بچوں کے ساتھ گھوم کر وقت خراب کر کے ماں باپ کی طرف سے جو جو سہولتیں ملتی ہیں ان کو برباد کر کے ان کے پیسے اور محنت کا خرابا کرتی ہے اور جنگلی، جاہل اور نکمّی بن کر نکلتی ہے اور سب سے پہلے وہ ماں باپ ہی کی نافرمان ہو جاتی ہے۔

اس کے برعکس اگر والدین محبت اور شفقت کا برتاؤ نہ کریں، صرف سختی کے ساتھ ڈنڈے اور کوڑے کا استعمال کریں تو اولاد چار و ناچار ڈنڈے اور کوڑے کے ڈر اور خوف سے کراہیت، بے دلی اور بیزاری کے ساتھ ماں باپ کے سامنے تو اطاعت کرتی ہے مگر ان کے

پیچھے اپنی مرضی پر اعمال کرتی ہے، جس طرح ایک حکومت اپنی رعایا کو سخت سزائیں اور جرمانے لگاتی ہے تو رعایا کراہیت، بے دلی اور بیزاری کے ساتھ حکومت کے جرمانوں کے ڈر اور سزاؤں کے ڈر سے اطاعت کرتی ہے۔

مگر اللہ تعالیٰ کا معاملہ اپنے بندوں کے ساتھ ایسا نہیں، وہ اپنے بندوں کی زبردستی والی، بے دلی کے ساتھ، کراہیت اور بیزاری کے ساتھ اطاعت و فرمانبرداری نہیں چاہتا، وہ چاہتا ہے کہ بندے اس کی اطاعت اس کی محبت اور اس کی چاہت میں شوق سے دل لگاؤ اور تڑپ کے ساتھ کریں، اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ماں باپ اپنی اولاد سے پیار و محبت کرتے اور ان کی پرورش پوری محبت اور چاہت سے کرتے، ان کو ہر روز اچھے اچھے کھانے اور غذائیں کھلاتے ہیں، ان کی ہر عمر میں عمر کے لحاظ سے غذاؤں اور کپڑوں کا انتظام کرتے، ان کے لئے سواریوں کا انتظام کرتے، ان کے بیمار ہونے پر رات رات بھر جاگ کر ان کی خدمت کرتے، ان کی گندگی صاف کرتے، ان سے لاڈ اور پیار کا سلوک کرتے ہیں، ان کی غلطیوں اور شرارتوں کو معاف کرتے اور پھر یہ اعلان کرتے ہیں کہ اگر وہ اچھی اچھی ڈگریاں حاصل کریں گے اور ہماری فرمانبرداری و اطاعت کریں گے تو ان کو ہم اپنے مال و دولت اور جائیداد کا وارث بنائیں گے، اگر وہ نااہل بنیں گے اور ہمارے نافرمان بنیں گے تو ان کو مال و دولت اور جائیداد سے محروم کر دیا جائے گا اور گھر سے بے گھر کر دیا جائے گا، ماں باپ کے اس سزا اور جزا کے اعلان پر اولاد ان کے احسانات و انعامات، ان کی مہربانیوں اور ان کے رحم والے سلوک اور چاہت کو دیکھتے ہوئے وہ ڈر خوف، بے دلی اور کراہت کے ساتھ اپنے ماں باپ کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کرتی بلکہ دل لگاؤ اور ان کی محبت اور چاہت میں ان کی غلامی کرتی ہے، ان کے لئے تڑپتی، ان کے لئے روتی، وہ اگر نگاہوں سے دور رہیں تو ان کی غیر موجودگی سے بے چین و بے قرار ہو جاتی ہے، ان کی عزت و احترام اور ادب کا لحاظ کرتے ہوئے خشیت اور محبت والا ڈر و خوف رکھ کر ان کی غلامی کے لئے دوڑتی ہے۔

ذرا غور کیجئے! یہاں سزا اور جزا کا اعلان ان کیلئے نفرت یا بے دلی والا، بیزاری والا ڈر خوف

نہیں ہے بلکہ وہ اپنے محبوب ماں باپ، احسان کرنے والے ماں باپ، رحم وکرم کرنے والے ماں باپ کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کیلئے تیار ہو جاتی ہے۔ (مثال رہبری کیلئے ہے برابری کیلئے نہیں)

اللہ تعالیٰ کا تعلق بھی بندے کے ساتھ ایسا ہی ہے، وہ اپنے بندے کو امتحان کی خاطر مسلم اور غیر مسلم ماحول اور گھرانے میں پیدا کرتا ہے اور اس کو پورا اختیار و آزادی دیتا ہے کہ وہ اپنی پسند و چاہت اور مرضی سے اس کو مانے اور اس پر ایمان لاکر اسی کی غلامی و بندگی کرے، وہ اپنے فرمانبردار اور نافرمان بندوں کو دنیا کی زندگی ختم ہونے تک مہلت اور موقع دیتا ہے کہ وہ دنیا میں رہ کر ایمان والی ڈگری حاصل کریں اور اسی ایمان والی ڈگری کے ساتھ وہ اپنے مالک کی وفاداری و غلامی کریں، اس کے رحم وکرم کا عالم یہ ہے وہ اپنے نافرمان بندوں کے شرک اور کفر پر بھی ان کو تمام نعمتیں دیتا ہی رہتا ہے، الٹا اپنے فرمانبردار بندوں سے زیادہ دیتا ہے اور ان کے گناہوں اور نافرمانیوں پر پکڑ نہیں لیتا بلکہ وہ اپنے بندوں کی خطاؤں کو بار بار معاف کرتا ہی رہتا ہے، مہلت پر مہلت دیتا جاتا ہے، وہ انسان جو اسکی زمین پر رہ کر اس کی نہیں مانتا اس کے لئے بھی عمدہ غذائیں، عمدہ سے عمدہ پھل پھلاری، سواریوں اور دنیا کی ترقی اور زیادہ سے زیادہ آرام دہ سامان تیار کرنے اور دنیا میں سکون وراحت کے ساتھ زندگی گذارنے کا پورا پورا موقع دیتا ہے، وہ اپنے تمام بندوں پر رات دن اپنی نعمتوں کی بارش کرتا رہتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ اس نے یہ اعلان بھی کر دیا کہ اگر اس کے بندے دنیا میں رہتے ہوئے ایمان کی ڈگری حاصل نہیں کریں گے اور اُسی کی غلامی و بندگی نہیں کریں گے تو وہ ان کو مرنے کے بعد جنت سے محروم کر دے گا اور ان کو ذلیل ورسوا کرنے والے عذاب اور مصیبت میں ڈالدے گا اور ان کو جہنم کے حوالے کر دے گا۔

ذرا سوچئے! عقلمند اور سمجھدار بندہ رات دن اپنے مالک کے احسانات وانعامات میں پلتے ہوئے، اس کی رحمتوں اور عنایتوں کی بارش میں رہتے ہوئے، اس کے احسان، فضل و انعام پر اس سے سب سے زیادہ محبت کرے گا اور اُسی کے لئے وہ جیئے گا اور اُسی کی محبت میں ہر کام کرے گا، اس کی عبدیت و بندگی بے دلی اور صرف خوف اور کراہیت کے ساتھ نہیں بلکہ

دلی آرزو، پسند و چاہت، محبت اور تڑپ کے ساتھ کرے گا، وہ قدم قدم پر اپنے مالک کو یاد کرتا ہوا اس کی نافرمانی سے بچے گا، وہ اپنے مالک سے ملاقات کے لئے بے چین و بیقرار رہے گا اور بار بار اپنے مالک کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ و رکوع کرے گا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے سزا اور جزا کا جو اعلان کیا ہے اس سے عقلمند اور سمجھدار بندہ کو محبت پیدا ہوتی اور وہ اپنی چاہت، پسند اور دلی لگاؤ اور محبت کے ساتھ اس کی غلامی میں لگنا چاہتا ہے یہاں تک کہ اپنی جان و مال سب کچھ لُٹا دینے، قربان کر دینے کے لئے تیار رہتا ہے، وہ اگر تکالیف اٹھاتا ہے تو صرف ڈر خوف سے نہیں بلکہ خشیت محبت، ادب و احترام والے ڈر خوف اور امید سے تکالیف جھیلتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ سزا اور جزا کے اس اعلان میں اس کے مالک کی محبت عدل و احسان چھپا ہوا ہے اور اس کے مالک نے سزا اور جزا کا تصور دے کر اس کو جنت میں اونچے درجات اور مقامات دینے کا موقع عطا فرمایا، عزت دار زندگی دینے کا موقع عطا فرمایا، سکون و راحت اور عیش و آرام کی زندگی دینے کا وعدہ فرمایا، وہ رتی برابر کسی پر ظلم نہیں کرتا، وہ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے، اللہ تعالیٰ کے ڈر سے انسان اپنے آپ کو اللہ کی نگرانی میں سمجھتا ہے اور اپنے نفس کا محاسبہ کر کے آخرت کی تیاری کرتا ہے۔

عقیدۂ آخرت کا دل میں یقین ہونا ضروری ہے

وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۔ اور وہ آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں۔

اگر ایک انسان عقیدۂ آخرت کو مانتا ہے مگر اس کا یقین نہیں رکھتا تو یہ ماننا اس کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتا، دنیا کی دوسری قومیں بھی عقیدۂ آخرت کو معلومات کی حد تک یا باپ دادا کی تقلید میں یا رسمی انداز سے مانتی ضروری ہیں مگر ان کی عملی زندگی سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، اس کی سب سے بڑی وجہ دوبارہ زندہ ہو کر حساب دینے کا یقین کمزور ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ آخرت کی تیاری میں زندگی نہیں گذارتے، جو انسان آخرت کو تو مانے مگر آخرت سے غافل بنا رہے یا اس کی تیاری نہ کرے تو یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ

اس انسان کے پاس یقین کی بہت زیادہ کمی ہے۔

سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید پر ایمان لانے والوں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ ایمان بالغیب یعنی غیب پر ایمان لاتے ہیں، انہوں نے نہ اللہ کو دیکھا، نہ وحی کی اترنے کو دیکھا، نہ فرشتوں کو دیکھا، نہ قبر کے حالات اور عالم برزخ کو دیکھا، نہ حشر کا میدان، جنت اور جہنم دیکھا، مگر وہ نبی ﷺ کی دعوت پر غیب پر ایمان لاتے، پھر آگے فرمایا ''وَ بِالآخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ۔ وہ آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں'' یہاں اس نکتہ پر غور کرنا چاہئے کہ ایمان بالغیب میں آخرت آچکی تھی، مگر پھر دوبارہ آخرت کا تذکرہ کرکے اس پر یقین پیدا کرنے کی تاکید کی جارہی ہے۔

عقیدۂ آخرت تو اسی کو فائدہ دے سکتا ہے جو اس کا پختہ یقین رکھتا ہو، مگر انسانوں میں غیر مسلم تو غیر مسلم مسلمانوں کا حال بھی وہی ہے جو غیر مسلموں کا ہے، جس طرح غیر مسلم برائے نام آخرت کو مانتے اور اللہ کے پاس پکڑ کا احساس ہی نہیں رکھتے اسی طرح مسلمان بھی آخرت سے غافل اور بے شعور نظر آتے ہیں۔

یقین کی حالت کو سمجھنے کی مثالیں:۔ اگر آپ کو کوئی یہ اطلاع دے کہ فلاں گھر کے فلاں کمرے میں ایک سوراخ ہے، اس میں ایک سانپ بیٹھا ہوا ہے، وہ کبھی نکل کر کاٹ سکتا ہے، اب آپ نے نہ اس سانپ کو دیکھا اور نہ کاٹتا ہوا پایا مگر پھر بھی کہنے والے کی بات پر یقین کرکے اس بل کے قریب بیٹھنا تو دور کی بات نہ اس کمرے میں جائیں گے، نہ گھر میں جائیں گے اور نہ اس بل کے قریب بیٹھنے اٹھنے کے لئے تیار ہوں گے، اس کے برعکس اگر کوئی اس اطلاع کے سننے کے باوجود اس گھر میں جائے اور اسی کمرے اور بل کے پاس لیٹے، بیٹھے اور اٹھے تو ہم کہیں گے کہ اس شخص کو سانپ کی اطلاع تو ہے مگر یقین نہیں ہے۔

اسی طرح ایک انسان قرآن وحدیث کی روشنی میں جنت، دوزخ کے پورے حالات کا علم رکھتا ہو اور زبان سے اقرار کرتا ہو کہ آخرت میں ایک دن مرنے کے بعد زندہ کیا جائے گا اور حساب لیا جائے، اس اقرار کے باوجود وہ جہنم کو پسند کرے، جہنم والے اعمال پسند کرے اور جہنم کے راستہ ہی پر چلتا رہے، جنت والے اعمال اور راستہ کو تکلیف دہ اور مشکل سمجھے اور جنت

کی تیاری نہ کرے تو ہم کہیں گے کہ اس انسان کو آخرت کا یقین صحیح نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ آخرت سے غافل بنا ہوا ہے اور آخرت کی تیاری نہیں کر رہا ہے اس لئے کہ جس کا جیسا یقین ہوگا عمل بھی اسی یقین کے مطابق ہوگا، آج مسلمان بھی دنیا کی دوسری قوموں کی طرح برائے نام آخرت کو مانتے مگر ان کی زندگی میں آخرت کی تیاری نظر نہیں آتی، عجیب ہیں وہ لوگ جو عقیدۂ آخرت کو تو مانتے ہیں مگر آخرت ہی سے غافل بنے ہوئے ہیں۔

انسان کا یہ عالم ہے کہ وہ ٹی وی اور ریڈیو اور اخبار کی قبروں پر بھروسہ اور یقین کر کے احتیاط اختیار کرتا ہے، زلزلے اور طوفان میں محفوظ جگہ چلا جاتا ہے، مگر اللہ کے کلام اور پیغمبرؐ کی حدیث کو صرف معلومات کی حد تک مانتا ہے اور دل میں نہیں اتارتا اور نہ ان پر اتنا یقین کرتا ہے جتنا کہ کرنا چاہئے، اگر وہ ٹی وی اور ریڈیو اور اخبار کے مقابلہ میں قرآن وحدیث پر بھروسہ کر لے اور یقین کر لے تو اس کی مرنے کے بعد والی زندگی سنور جائے گی۔

آج عقیدۂ آخرت کا یقین کمزور ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی زندگی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانیوں میں گذر رہی ہے، جو مسلمان آخرت کو مانتے ہوئے اس پر یقین نہیں رکھتے، ان کی مثال اس چھوٹے سے بے شعور، کم عقل بچہ کی سی ہے جو یقین نہیں رکھتا کہ آگ میں ہاتھ ڈالنے سے ہاتھ جل جاتا ہے، یا بول و براز میں ہاتھ ڈالنے سے گندگی لگ جاتی ہے یا زہر اور کانچ کی چیزیں کھانے سے موت ہوتی ہے یا نقصان ہوتا ہے، اسی لئے وہ آگ کو پکڑنے جاتے اور بول و براز سے کھیلتے ہیں، بالکل اسی طرح نادان، کم عقل بے شعور انسان اللہ کو پہچانے بغیر زندگی گذارتا اور اللہ کی پکڑ سے غافل ہو کر دن رات اس کی نافرمانی کر کے بھی خوش رہتا اور دوزخی اعمال پر جیتا ہے اور دوزخ کے لئے تیار ہوتا ہے، اس کو دوزخ سے بچنے کی کوئی فکر ہی نہیں ہوتی۔

آخرت پر کمزور عقیدہ رکھنے والے جب دنیا کا فائدہ اور آخرت کا نقصان دیکھتے ہیں تو بے تکلف خوشی کے ساتھ مزوں اور آرام کی خاطر دنیا کے فائدوں کو ترجیح دیتے ہیں، آخرت کے نقصان اور بربادی کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتے، خواہ وہ زبان سے کتنا ہی ایمان

کا دعویٰ کرتے ہوں، اس کے برعکس آخرت پر مضبوط یقین رکھنے والا جب آخرت کا نقصان اور دنیا کا فائدہ دیکھتا ہے تو آخرت کی مصیبت اور تکلیف سے بچنے اور اللہ کو ناراض نہ کرنے کی فکر میں دنیا کے فائدوں کو لات مارتا اور دنیا کی عزت، مزے اور آرام کی پرواہ نہیں کرتا اور دنیا کو بنا کر آخرت کو برباد نہیں کر لیتا۔

اس لئے انسان کو موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کا یقین اور اللہ کے پاس پکڑ کا یقین جب تک دل میں نہیں بیٹھے گا، انسان عقیدۂ آخرت میں پختہ نہیں بن سکتا، اس لئے کہ جب تک کوئی بات دل میں نہ اتر جائے یقین کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی، سوراخ میں سانپ کے ہونے کا یقین انسان کو حفاظت کرنے پر مجبور کرتا ہے، آگ سے جلنے کا یقین آگ سے دور رہنے پر مجبور کرتا ہے، پانی میں ڈوبنے کا یقین پانی سے دور رہنے پر مجبور کرتا ہے، زہر کھانے کا یقین موت کا احساس دلا کر زہر سے دور رکھتا ہے، اسی طرح عقیدۂ آخرت کا یقین دوزخ اور دوزخ والے اعمال سے دور رہ کر جنت والے اعمال کو کرنے اور اللہ کی سزاؤں سے بچنے پر مجبور کرتا ہے، اسی یقین کی کیفیت سے زندگی کا رنگ بدل جاتا ہے، اسی یقین کی وجہ سے ایمان والے اپنے آپ کو ذمہ دار اور جوابدہ سمجھتے ہیں اور زندگی کے تمام کاموں کو اسی عقیدہ کے تحت کرتے رہتے ہیں۔

دنیا کے تقریباً تمام پچھلے آسمانی مذاہب والے اللہ تعالیٰ کو مانتے اور کسی نہ کسی نام سے اسے پکارتے ہیں، اس کی محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور رسالت کو بھی مانتے ہیں، ان کو خدا کو ماننا، رسالت کو ماننا، کتابوں کو ماننا آسان ہے، یہاں تک کہ زبان سے آخرت کی باتیں بھی کرتے اور آخرت کو مانتے، مگر آخرت کا یقین اور اس کی تیاری ان کے پاس نظر ہی نہیں آتی، انسانوں کے لئے جو چیز سب سے زیادہ مشکل ہے وہ آخرت کا یقین ہے، انسان کی زندگی کا سارا دارو مدار یقین کی کیفیت پر منحصر ہے، جیسا یقین ہوگا ویسا ہی عمل نکلے گا، قرآن کریم نے تاکید کے ساتھ نہ صرف آخرت کو ماننے بلکہ اس پر یقین پیدا کرنے کی تاکید کی ہے، انسان کی زندگی کے حالات یہ بتلاتے ہیں کہ شیطان انسانوں کو اللہ کو ماننے سے انکار پر مجبور نہیں کر رہا ہے

اور نہ خدا کو ماننا ان کے لئے مشکل ہے، رسالت کو بھی ماننا ان کے لئے بہر حال آسان ہے، مکہ کے مشرکین حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو مانتے ہوئے شرک کرتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق وامین مانتے تھے اور کہتے کہ محمد تو سچے ہیں مگر ان کے پاس آنے والا جھوٹا ہے، بلاشبہ ایمان باللہ کے تمام تقاضوں پر عمل کروانے کی جو جان اور روح عقیدۂ آخرت ہے اس میں شک یا یقین کو کمزور اور ناکارہ بنانے کے لئے شیطان محنت کرتا ہے تاکہ انسانوں کے پاس آخرت کا یقین پیدا نہ ہونے پائے، آخرت کے یقین ہی سے سچائی کی بھی انسان تلاش شروع کر دیتا ہے، اسی یقین کے کمزور کرنے کے لئے شیطان نے انسانوں میں گناہ کو عام کر دیا، حرام وحلال کا تصور ان میں ختم کراتا ہے، آزاد اور آوارہ زندگی سے دلچسپی پیدا کرا رہا ہے اور نیکی و بدی کا تصور ختم کروا رہا ہے اور خدا کے احکام کے خلاف مرد کی مرد کے ساتھ عورت کی عورت کے ساتھ شادی کروا رہا ہے، کپڑے برائے نام پہننے لگواتا ہے، عورتوں کو مردوں جیسی وضع قطع اختیار کرنے کی ترغیب دے کر بے حیاء، بے شرم بنا رہا ہے، مردوں کا لباس زیادہ سے زیادہ اور عورتوں کا لباس کم سے کم کروا رہا ہے، مردوں کو سونا چاندی پہننے، ناچنے گانے، بجانے کا عادی بنا رہا ہے، گرل فرینڈ، بوائے فرینڈ اور ہوٹلوں، کلبوں، میں عورتوں مردوں کے ناجائز تعلقات کو معاشرہ میں عام رواج دے کر انسانی کلچر کو شیطانی کلچر بنا رہا ہے، سود کی لعنت کو تمام دنیا میں پھیلا رہا ہے اور کثرت سے ظلم وزیادتی، فساد، قتل وخون، غارتگری کو عام کر رہا ہے، ان تمام بداعمالیوں اور اخلاق رذیلہ سے انسان آخرت کی جوابدہی اور اس کے یقین سے روز بہ روز کمزور ہوتا چلا جاتا ہے اور اللہ کو مانتے ہوئے تمام بداعمالیاں کرتا رہتا ہے، عقیدۂ آخرت در اصل ایمان کا دل ہے، وہ اگر درست ہو جائے تو ایمان صحت مند اور تندرست رہتا ہے، اسی سے ایمان میں جان باقی رہتی ہے، ورنہ اللہ، رسول، کتاب کو مانتے ہوئے انسان مردہ، بے جان جیسا رہتا ہے اور اللہ کی عبدیت و بندگی میں دم باقی نہیں رہتا، عقیدۂ آخرت ہی سے ایمان باللہ کے تمام تقاضے پورے ہوتے ہیں، دنیا کی دوسری تمام قومیں اللہ کو، رسولوں کو، کتابوں کو اور تقدیر کو مانتی ہیں، مگر آخرت کو ویسا نہیں مانتیں جیسے ماننا ہے، جو لوگ آخرت پر کمزور یقین رکھتے ہیں یا

یقین سے خالی ہوتے ہیں ان کو اسلام پر چلنا بہت دشوار اور مشکل ہوتا ہے، عقیدۂ آخرت کا یقین نہ رکھنے والا دنیا دار انسان بس صرف موجودہ زندگی کی کامیابی کی فکر کرتا ہے کہ دنیا کی زندگی کسی بھی طرح بے عزتی، ذلت اور مصیبت سے بچ جائے اور کامیاب رہے اور اولاد کے دنیوی مستقبل کو روشن کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو توڑ کر ان کی دنیا بناتے ہیں۔

آخرت پر یقین دراصل کئی چیزوں کو سچا اور یقینی ماننے کے بعد پیدا ہوتا ہے:

- آخرت پر یقین پیدا کرنے کیلئے دنیا کو امتحان اور آزمائش کی جگہ مانی جائے اور عارضی مدت تک قیام کی جگہ مانی جائے، دارالاعمال یعنی اچھے یا برے اعمال کی جگہ مانی جائے۔
- دنیا کو آخرت کی کھیتی مانا جائے اور آخرت کو حساب اور پکڑ کی جگہ مانی جائے۔
- ایک مدت کے بعد دنیا کی تمام چیزوں کے ختم ہونے کا یقین رکھا جائے۔
- قیامت کے ساتھ ہی تمام انسانوں کے دوبارہ زندہ ہونے کو سچ مانا جائے۔
- دنیا ہی سے انسان جنت کما سکتا ہے یا جہنم بنا سکتا ہے، اس کا یقین کرنا ہوگا۔
- ایمان و اعمال صالحہ والے جنت میں داخل کئے جائیں گے اور غیر ایمان اور اعمال رذیلہ والے جہنم کے حوالے کردئے جائیں گے اس کا یقین کرنا ہوگا۔

قرآن نے واقعات کے ذریعہ آخرت کے حق الیقین کی تعلیم دی

ترجمہ :۔ ''یا پھر مثال کے طور پر اس انسان کو دیکھو جس کا گزر ایک ایسی آبادی پر ہوا جو اپنے گھروں پر اوندھی گری پڑی تھیں، اس نے کہا یہ آبادی جو ہلاک ہوچکی ہے اسے اللہ کس طرح دوبارہ زندگی بخشے گا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی روح قبض کرلی اور وہ سو برس تک مردہ پڑا رہا، پھر اللہ نے اسے دوبارہ زندگی بخشی اور اس سے پوچھا: بتاؤ کتنی مدت پڑے رہے؟ اس نے کہا ایک دن یا چند گھنٹے رہا ہوں گا! فرمایا: تم پر سو برس اسی حالت میں گذر چکے ہیں، اب ذرا اپنے کھانے اور پانی کو دیکھو کہ اس میں تغیر تک نہیں آیا، دوسری طرف ذرا اپنے گدھے کو بھی دیکھو کہ اس کا ڈھانچہ تک بوسیدہ ہوچکا ہے اور یہ ہم نے اسلئے کیا کہ ہم نے تمہیں لوگوں کیلئے ایک نشانی بنادینا چاہتے ہیں، پھر دیکھو کہ ہڈیوں کے اس ڈھانچے کو ہم کس طرح اٹھا کر گوشت پوست اس

پر چڑھاتے ہیں، اس طرح جب حقیقت اس کے سامنے نمایاں ہوگئی تو اس نے کہا میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''۔(بقرہ:۲۵۸۔تا۲۶۰)

اور وہ واقعہ بھی پیش نظر رہے جب ابراہیم نے کہا تھا کہ:

''میرے مالک مجھے دکھادے کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ فرمایا کیا تو ایمان نہیں رکھتا؟ اس نے عرض کیا: ایمان تو رکھتا ہوں مگر دل کا اطمینان درکار ہے، فرمایا: اچھا تو چار پرندے لے اور ان کو اپنے سے مانوس کرلے، پھر ان کا ایک ایک جزو کاٹ کر ایک پہاڑ پر رکھ دے، پھر ان کو پکار وہ تیرے پاس دوڑے چلے آئیں گے، خوب جان لے کہ اللہ نہایت قدرت والا اور حکمت والا ہے''۔

یاد رکھیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایمان حق الیقین والا ہوتا ہے۔

اسی طرح سورۂ بقرہ کے ایک واقعہ میں ایک مردہ شخص کو گوشت کا ٹکڑا لگانے سے زندہ ہونے کا تذکرہ ہے اور سورۂ کہف میں اصحاب کہف کا ۳۰۰ رسال تک نیند میں پڑے رہنے کے بعد پھر دوبارہ جاگ اٹھنے کا تذکرہ ہے اور اصحاب کہف کے واقعہ میں ایک بہت بڑا سبق تو دوبارہ زندہ کرنے ہی کا ہے، جس میں یہ بتلایا گیا کہ حکومتیں بدل گئیں، لوگ ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں آ گئے، پیسے کا چلن بدل گیا، زمانہ میں بہت زیادہ تغیرات آ گئے مگر اصحاب کہف میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، وہ جیسے تھے ویسے ہی اٹھائے گئے۔

دنیا کی چیزوں کی طرح عقائد واعمال کے بھی اثرات اور نتائج ہیں!

جو انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوکر حساب دینے اور جزا اور سزا کو نہیں مانتے وہ بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ دنیا کی چیزوں میں اثرات ہیں اور ان کے نتائج نکلتے ہیں، مثلاً اگر کوئی انسان پانی میں کود ے تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ پانی اس کو ڈبو دیتا اور نتیجہ یہ نکلتا ہے وہ موت کی گھاٹ اتر جاتا ہے، آگ میں گرنے سے انسان جل جاتا ہے، زہر کھانے سے ہلاک ہوجاتا ہے، سانپ کاٹنے سے زہر چڑھتا ہے، وہ یہ بھی مانتا ہے کہ دودھ پینے سے طاقت پیدا ہوتی ہے، دہی، مسکہ، ملائی کے اثرات اور نتائج ہوتے ہیں، پھل کھانے سے مزہ اور طاقت ملتی ہے، غذائیں کھانے سے بھوک مرتی، پانی پینے سے پیاس بجھتی ہے، نیند سے

تھکان دور ہوتی ہے، دواؤں سے صحت ملتی ہے، گرم غذاؤں کا اثر گرمی پیدا کرتا ہے، سرد غذاؤں کا اثر سردی پیدا کرتا ہے، سورج کی روشنی، چاند کی روشنی اور ٹھنڈی وگرم ہواؤں کے اثرات سب کچھ ہوتے ہیں، یہاں تک کہ وہ یہ بھی مانتا ہے کہ غصہ کا اثر ہوتا ہے، محبت کا اثر ہوتا ہے، گالی گلوج کا ایک اثر ہوتا ہے، ناچ گانے بجانے کا اثر ہوتا ہے، شراب پینے کا اثر اور نتیجہ ہوتا ہے رونے اور ہنسنے کا بھی اثر ہوتا ہے، وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کچھ چیزیں کھانے سے ان کے اثرات فوراً ظاہر ہوتے اور کچھ چیزوں کے اثرات فوراً ظاہر نہیں ہوتے، دیر سے ظاہر ہوتے ہیں، مثلاً دودھ، دہی، غذائیں، دوائیں، شہد، گھی، دنیوی علوم، اچھی دوستی، بری دوستی وغیرہ، ان تمام چیزوں کے اثرات اور نتائج آہستہ آہستہ یا دیر سے ظاہر ہوتے ہیں، انسان زراعت کرتا ہے اس کے اثرات فوراً ظاہر نہیں ہوتے، تجارت اور نوکری کرتا ہے ان کے اثرات فوراً ظاہر نہیں ہوتے، نکاح کرتا ہے اس کے اثرات فوراً ظاہر نہیں ہوتے، اسی طرح اعمال کے اثرات اور نتائج دنیا میں فوراً ظاہر نہیں ہوتے آخرت میں ظاہر ہوں گے۔

ظاہر ہے کہ بیان کردہ تمام چیزوں کے اثرات کا وہ اپنی زندگی میں مشاہدہ کرتا رہتا ہے، اس لئے اس کو یقین کا درجہ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اس طرح بنایا کہ دنیا کی تمام چیزوں کے اثرات اور نتائج کے ساتھ ساتھ اعمال کے بھی نتائج واثرات رکھے ہیں، بہت سارے اعمال کے اثرات اور کچھ نتائج تو انسان دنیا میں بھی محسوس کرتا اور دیکھتا ہے، مگر بہت سارے اعمال کے اثرات اور نتائج وہ دنیا میں نہیں آخرت میں دیکھے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے خواص اور نتائج اس چیز کے لحاظ سے رکھے ہیں، غافل اور بے شعور انسان یہ بھی جانتا ہے کہ اللہ کا اصول اور ضابطہ یہ ہے کہ دھان سے چاول، گیہوں سے گیہوں، پھلوں کے بیجوں سے پھل، ترکاریوں کے بیج سے ترکاریاں نکلتی ہیں، غرض اللہ نے یہ ضابطہ اور قانون بنایا کہ جو اور جیسی چیز بوئیں گے وہی اور ویسی ہی چیز پائیں گے، موٹے چاول کے بیج سے باسمتی چاول نہیں ملتا، باریک چاول سے باریک چاول، جواری بو کر گیہوں حاصل نہیں کرسکتے، دال کے بیج لگا کر گنا، شکر یا کوئی میوہ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

بالکل اسی طرح انسانوں کے عقیدہ اور اعمال کے بھی اللہ نے اثرات اور نتائج رکھے ہیں، اچھے فکر اور عمل کا اچھا نتیجہ واچھا اثر اور برے فکر وعمل کا برا اثر ونتیجہ، یعنی اچھے اعمال کا اچھا نتیجہ اور اثر اور برے اعمال کا برا اثر ونتیجہ، پیغمبروں نے یہ تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں ہر چیز کا بدلہ دے گا، چھوٹے سے چھوٹے عمل کا بڑے سے بڑے عمل کا، اگر ایک انسان راستہ سے پتھر بھی خدا کے بندوں کو تکلیف نہ ہونے کے خیال سے ہٹادے اور اپنے گھر میں پرندوں کی غذا کے لئے کوئی درخت لگائے اس کا بھی اللہ تعالیٰ اثر بدلہ اور نتیجہ ظاہر کریں گے، یہاں تک کہ اپنے ماں باپ، بیوی بچوں کو محبت اور ہمدردی کی نظر سے دیکھیں اس پر بھی اجرو ثواب دے گا اور اس کا بھی اثر اور نتیجہ ظاہر کرے گا۔

اس لحاظ سے ہر انسان اپنے اپنے اچھے برے اعمال کا ذمہ دار ہے، ایسا ہر گز نہیں ہوگا کہ ایک انسان دنیا میں نافرمانی، بغاوت کرے مگر اس کا نتیجہ اچھا نکلے اور ایک انسان دنیا میں فرمانبرداری واطاعت کرے مگر اس کا نتیجہ بُرا نکلے گا، اللہ تعالیٰ کے پاس ایسا الٹا راج، چوپٹ راج، ناانصافی نہیں، وہ تو مالک یوم الدین ہے، بے انتہا انصاف وعدل کرنے والا ہے، ایسا ہر گز نہیں ہوسکتا ہے کہ ایک شخص دنیا میں برے عقیدہ اور اعمال کے ساتھ زندگی گذارے اور آخرت کے نتائج اور سزاؤں سے بچ جائے اور جنت میں چلا جائے ایسا نہیں ہوگا، اس کے دربار میں انسان چھوٹے سے چھوٹے گناہ کے معاوضہ میں زمین بھر سونا بھی دے تو چھوٹ نہیں سکتا۔

انسانوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ جس طرح دنیا کی چیزوں میں خواص اور نتائج ہیں اسی طرح اس کے عقیدہ واعمال کے بھی خواص اور نتائج اور اثرات ہیں، شرک اور کفر کرنے کے کچھ اثرات تو دنیا میں ظاہر ہوتے ہی ہیں مگر اس کے مکمل اثرات اور نتائج اور بدلہ آخرت میں ظاہر ہوگا، اللہ تعالیٰ شرک اور کفر کا بدلہ اور نتیجہ دنیا میں ظاہر نہیں کرتا، زنا، شراب سود، رشوت، حرام چیزوں کے کچھ اثرات دنیا میں تو ظاہر ہوتے ہی ہیں مگر ان کا مکمل اور صحیح بدلہ آخرت میں ظاہر ہوگا، اسی طرح نیکی اور بھلائی کرنے کے کچھ اثرات دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں مگر ان کا مکمل بدلہ آخرت میں ظاہر ہوگا۔

دنیا کی تمام چیزوں کے اثرات اور نتائج تو ہوں اور انسان کے اعمال کے اثرات و نتائج نہ ہوں تو انسانی زندگی بیکار تماشہ بن جائے گی، بے مقصد بن جائے گی، نیکی اور بدی کی کوئی حیثیت ہی نہ رہے گی، جب دنیا دارالعمل ہے تو دارالجزاء بھی ہونا ضروری ہے، اگر ایسا نہ ہو تو انسان کی زندگی فضول ہوجائے گی، زندگی کو کارآمد بنانے کے لئے عمل کے ساتھ ساتھ جزا اور سزا کا بھی ہونا ضروری ہے، انسان کی فطرت اور عقل بھی اس بات کا مطالبہ کرتی ہے کہ جو انسان اپنے مالک کا وفادار رہے اسے انعام اور درجات دئے جائیں اور عزت عطا کی جائے اور جو بے وفا اور نمک حرام ہو اسے بے عزت اور ذلیل و رسواء کیا جائے، سخت سے سخت سزائیں دی جائیں۔

آخرت کیا ہے؟ دراصل یہ ہے کہ سلسلہ اعمال کو روک کر اس کے کئے گئے اعمال اور ان کے اثرات کا حساب لیا جائے اور رتی سے رتی برابر کے عمل کا بھی بھرپور بدلہ دیا جائے گا، اسلام یہ کہتا ہے کہ دنیا کی زندگی عارضی اور ختم ہونے والی ہے، پیغمبروں نے یہ تعلیم دی کہ انسان کے اچھے اعمال کے اثرات ظاہر ہونے اور ان کا بدلہ پانے کے نتیجہ کی جگہ جنت ہوگی اور انسان کے برے اعمال و گناہ کے اثرات اور نتیجہ ظاہر ہونے کی جگہ جہنم ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اے میرے بندو! **یہ تمہارے ہی اعمال ہیں جو میں تم کو لوٹا کر یہاں دے رہا ہوں، تو جو کوئی جزائے خیر پائے وہ خدا کا شکر ادا کرے اور جس کو عذاب ملے وہ خود کو ملامت کرے**''۔ (صحیح مسلم و ترمذی)

دنیا ہی کی زندگی میں انعام یا عذاب کیوں نہیں دیا جاتا؟

بہت سارے لوگ دنیا میں انسان کی ظلم و زیادتی اور ان کی بداعمالیوں کو دیکھ کر یہ کہتے ہیں کہ یہ دنیا اگر بغیر خدا کے نہیں اور وہ جب ہر آن ہر گھڑی اس کی دیکھ بھال کر رہا ہے تو وہ اپنے کافر، مشرک، نافرمان، ظالم بندوں کو فوراً پکڑ کر سزا کیوں نہیں دیتا؟ ان پر ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے فوراً عذاب نازل کر کے ہلاک کیوں نہیں کر دیتا؟ وہ لوگ دنیا

میں حد سے زیادہ ظلم مچا رہے ہیں فساد بر پا کر رہے ہیں، دنیا کے کونے کونے میں شرک پھیلا رہیں ہے، آخر وہ خاموش کیوں ہے؟ گناہوں اور بداعمالیوں اور نافرمانیوں کا عذاب، سزا کی شکل میں دنیا کی زندگی ہی میں کیوں نہیں دیتا؟ سزا کا علیٰحدہ مقام کیوں رکھا ہے؟ اگر وہ دنیا میں ہی سزا دے دیتا تو لوگ اتنی شیطانیت نہیں کرتے تھے، اتنی نافرمانی نہیں کرتے؟

جو لوگ دنیا کی اس زندگی میں اس کے فرمانبردار اور وفادار ہیں، تنگی اور مصیبت میں نظر آتے ہیں ان کو ستایا جاتا، لوٹا اور قتل کیا جاتا، معاشی اعتبار سے کاروبار اور نوکریوں سے محروم کیا جاتا، اس کا کام تھا کہ وہ اپنے فرمانبرداروں کو آرام اور سکون والی زندگی میں رکھتا اور نافرمانوں کو مصیبت اور تکالیف میں رکھتا، مگر وہ تو فرمانبرداروں کے مقابلہ نافرمانوں ہی کو عیش و آرام اور عزت دار زندگی عطا کرتا ہے، جو محنت سے حلال کماتے اور ایماندار ہیں، کسی کو دھوکہ نہیں دیتے، وہ پریشانیوں اور مشکلات میں نظر آتے ہیں، آخر ایسا کیوں ہے؟ وہ انصاف کیوں نہیں کر رہا ہے؟ پکڑ کیوں نہیں کرتا؟ گنہگاروں، مشرکوں اور نافرمانوں سے تو اسے نفرت ہونی چاہئے تھی؟ بدلہ پانے کے لئے سزا اور عذاب پانے کے لئے دوسری جگہ کی کیا ضرورت ہے؟ یہیں پر تکالیف اور مشکلات اور سزائیں دیدی جاتیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے دنیا کو امتحان اور آزمائش کی جگہ بنایا ہے اور ایک خاص وقت اور مدت تک مہلت، آزادی و اختیار دے رکھا ہے، اس نے اصول اور قاعدہ یہ بنایا ہے کہ جہاں امتحان لیا جائے، وہاں امتحان کا وقت ختم ہونے تک نہ نتیجہ ڈکلیر کیا جائے اور نہ سزا و جزا دی جائے، اگر موت کے بعد دوبارہ زندگی نہ ہوتی تو وہ دنیا میں کسی کو نہ چھوڑتا تھا، اس نے امتحان کی وجہ سے دنیا کی زندگی کا قانون اچھے اور بروں، نیک اور بد کے لئے یکساں بنایا ہے، دونوں میں جو بھی دنیا کو حاصل کرنے کی کوشش کریں ان کو دنیا ضرور دیتا ہے، اس لئے وہ ہر ایک کی محنت اور کوشش پر دنیا عطا کرتا ہے اور اپنی تمام نعمتیں ہوا، پانی، غذائیں، سواریاں، غلّہ، اناج، ترکاریاں، میوے، دوائیں، بھوک، پیاس، نیند سب کچھ ہر ایک کو دیتا رہتا ہے، انسانوں کی نافرمانیوں پر ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں روکی جاتی، اس نے انسان کو اس بات کی

تک اختیار و آزادی دے رکھی ہے کہ وہ چاہے تو اپنے مالک کو مانے یا اس کا انکار کرے یا اس کے ساتھ کسی کو شریک کرے، وہ امتحان کا وقت ختم ہونے تک ان کو نہیں پکڑے گا، نیک اور بد دونوں یہاں مل جل کر رہیں گے، مگر اس نے آخرت کا قانون اس سے الگ بنایا، دنیا کے مجرموں اور گناہگاروں کو وہاں نیک انسانوں کے ساتھ نہیں رہنے دے گا، بدکاروں اور مجرموں کو نعمتوں سے محروم کر کے سخت قسم کے عذاب میں مبتلا کرنے کیلئے جہنم ان کا ٹھکانہ بنایا اور نیک لوگوں کو ان کی نیکیوں پر اجر و ثواب دینے، عزت و آرام کی زندگی دینے کے لئے جنت کو ان کی قیام گاہ بنایا، اس نے اعلان کر دیا کہ وہ انسانوں کے ذرہ برابر عمل کا بھی بدلہ اور اور جزا دے گا۔

دنیا میں اس نے مہلتِ عمل نیکوں اور بدکاروں دونوں کیلئے دے رکھی ہے، فرمانبرداروں کے لئے تو مزید ترقی و درجات حاصل کرنے اور اللہ تعالیٰ کے پاس اونچے سے اونچا مقام حاصل کرنے کے مواقع عطا فرمایا، بدکاروں اور نافرمانوں کے لئے اس نے سنبھلنے اور توبہ کرنے کی مہلت دے رکھی ہے، اگر وہ بدکاروں کو فوراً پکڑ لے اور عذاب دے تو ان کو توبہ کرنے، سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا، وہ سزا دینے اور پکڑنے میں جلدی نہیں کرتا، اسی مہلت اور آزادی کی وجہ سے کوئی زیادہ سے زیادہ نیکیاں پھیلا رہا ہے اور کوئی برائی کو پسند کر کے دنیا میں برائی پھیلا رہا ہے، جو خود ڈوبنا چاہتا ہے اسے خوب پانی پلا کر ڈبوتا ہے۔

دنیا کی زندگی میں انسان خود جب طلبا کا امتحان لیتا ہے تو نہ نتیجہ امتحان میں ڈکلیر کرتا ہے اور نہ بچوں کو وہیں پر جزا اور سزا دیتا ہے، وہ مدارس میں تمام بچوں کا امتحان گروپ کی شکل میں آہستہ آہستہ لیکر ایک دن مقرر کر کے سب کا نتیجہ ڈکلیر کرتا ہے، اگر امتحان گاہ میں سوال کا جواب غلط لکھنے پر فوراً سزا دے دی جائے تو پھر بچوں کا امتحان نہیں لیا جا سکتا اور نہ وہ اپنے امتحان میں آزاد رہیں گے، اس لئے کہ تمام بچے ڈر و خوف، ڈنڈے اور سزا کے تصور پر غلطی نہیں کریں گے، بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ دنیا کی اس امتحان گاہ میں انسانوں کے ظلم و زیادتی یا ان کے شرک و کفر کی وجہ سے فوراً نتیجہ ظاہر کر دیتا اور سزا دے دیتا تو کسی انسان کا بھی امتحان نہیں لیا جا سکتا تھا، کوئی بھی عذاب اور سزا کو دیکھتے ہوئے غلطی نہیں کرتا

اور انسانوں کی آزادی ختم ہو جاتی اور آگے آنے والے تمام انسانوں پر پچھلے انسانوں کا نتیجہ ظاہر ہو جانے اور ان کا انجام دیکھ کر شرک، کفر یا نافرمانی کرنے سے گھبراتے اور دور رہتے، اس سے ان کو اختیار باقی نہ رہتا۔

اللہ تعالیٰ نے تو تمام چیزوں کو غیب میں رکھ کر نتیجہ کا دن مقرر کر کے قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو غیب پر ایمان لا کر دنیا کا یہ امتحان اپنی پسند، مرضی اور چاہت والی آزادی کے ساتھ کامیاب اور ناکام ہونے کا موقع عطا فرمایا ہے۔

چنانچہ انسان کی فطرت بھی خود یہ چاہتی ہے کہ جہاں امتحان لیا جائے وہاں نتیجہ فوراً نہ دکھایا جائے، تمام بچوں کا امتحان ختم ہونے کے بعد نتیجہ ظاہر کیا جائے، اگر دنیا میں گناہ کرتے ہی سزا ملتی اور نیکیاں کرنے والوں کو آرام و راحت ملتا تو کسی کا امتحان ہی نہیں لیا جا سکتا، ہر کوئی گناہ کا نتیجہ اور حشر دیکھ کر گناہ کی طرف بھاگتا ہی نہ تھا اور دنیا کی زندگی میں آزادی نہ ہوتی، اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے آخرت، حشر کا میدان، جنت کی نعمتوں اور جہنم کے عذابات کو غیب میں رکھ کر انسانوں کے یقین کو دیکھنا چاہتا ہے کہ کون پیغمبر پر نازل کردہ علم پر بھروسہ کر کے اس کو سچ مانتا ہے اور اسی کے مطابق زندگی گذارتا ہے اور کون پیغمبر کو جھٹلا کر اس علم کے خلاف زندگی گذارتا ہے۔

نتیجہ کا دن مقرر کر کے رکھنے اور انعام اور سزا کو چھپا کر رکھنے کی وجہ سے قیامت تک آنے والے انسانوں کا ہر زمانہ میں امتحان لینا آسان ہو گیا، ہر ایک کو اپنی صلاحیت کے مطابق کامیاب اور ناکام ہونے کا موقع مل رہا ہے، اگر شرک و کفر کرتے ہی یا نافرمانیاں اور بداعمالیاں کرتے ہی دوزخ میں فوراً پھینک دیا جاتا یا اچھے کام کرتے ہی جنت میں داخل کر دیا جاتا تو کوئی بھی برے کام کیوں کرتا؟ اس طرح یہ امتحان کا طریقہ کار بھی نہ ہوتا۔

انسان کے اعمال کا اصل فیصلہ تو قیامت میں ہوگا، لیکن کبھی کبھی دنیا میں بھی بدلہ دیا جاتا ہے، کوئی آدمی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو اس کی عمر اور روزی میں برکت ہوتی ہے اور اگر کوئی گناہ کا کام کرے تو اس کی روزی میں برکت نہیں رہتی، بلکہ بہت

سے لوگ تنگدستی میں مبتلا کر دئے جاتے ہیں، قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور قوم لوط وغیرہ اقوام پر دنیا میں ہی عذاب نازل ہوا تھا۔

مرنے کے ساتھ ہی انسان کو جنت یا دوزخ کیوں نہیں دیدیا جاتا؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دنیا میں جب دنیا کی زندگی کے ساتھ ہی اچھے اور برے اعمال پر فوراً سزا اور جزا نہیں دی جاسکتی تو پھر انسان کے مرتے ہی فوراً آخرت میں جنت یا جہنم کیوں نہیں دیدئے جاتے؟ جنت ودوزخ تو غیب میں ہیں، ان کی سزا اور جزا کسی کو نظر نہ آتی، آخر قیامت تک کے لئے انسان کو جنت یا دوزخ سے کیوں روک دیا جارہا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو شر اور خیر کی صلاحیت دے کر دنیا کی اس امتحان گاہ میں رکھتا ہے، انسان اسی شر اور خیر کی وجہ سے اچھے یا برے اعمال کرتا ہے، اگر انسان دنیا میں برائی کرے تو اس کی برائی کو دیکھ کر اس کی اولاد اور دوست احباب اور دوسرے لوگ بھی سیکھتے اور وہ بھی برائی اور گناہ کے شوقین ہوجاتے ہیں، ایسی صورت میں وہ انسان جس نے برائی کی ہے وہ برائی کا عادی بن کر مرجائے تو مرتے ہی اس کے عمل کرنے کا میدان تو ختم ہوجاتا ہے مگر اس نے جن جن انسانوں کو برائی سکھائی ہے یا جس نے اس سے برائی کی ترغیب حاصل کی ہے اس کے برے عمل کے اثرات ان دوسرے انسانوں میں چلتے رہتے ہیں، مثلاً ایک انسان کی برائی سے دس انسانوں نے برا عمل سیکھا اور دس انسانوں سے سو انسانوں نے سیکھا اور سو سے ہزار انسانوں نے برائی سیکھی، جس طرح ایک درخت اپنی زندگی میں کچھ بیج چھوڑ جاتا ہے، ان بیجوں سے ہزاروں درخت زندہ ہوتے اور ان ہزاروں درختوں سے لاکھوں درخت پیدا ہوتے ہیں۔

اسی طرح نیکی کا حال ہے، اگر انسان نیکی کرتا رہا، نیکی پر چلتا رہا تو انسان کے مرجانے کے بعد اس انسان کے لئے نیک عمل کرنے کا میدان تو ختم ہوجاتا ہے مگر اس نیک عمل کے اثرات مختلف انسانوں میں منتقل ہوتے رہتے ہیں، یوں سمجھئے کہ عمل کا میدان تو ختم ہوگیا مگر عمل کے اثرات کی وجہ سے نامہ اعمال کھلا رہے گا۔

ایسی صورت میں انسانوں کے اچھے اور برے اعمال کے اثرات اسی صورت میں ختم ہوں گے جس دن تمام انسان مرجائیں گے اور تمام انسانوں کے مرجانے اور ختم ہوجانے کا وقت صرف آخرت ہے، آخرت جیسے ہی قائم ہوگی، قیامت برپا ہوگی اور قیامت برپا ہوتے ہی تمام چیزیں فنا ہوجائیں گی اور انسانوں کے عمل کرنے کے تمام مواقع بھی ختم ہوجائیں گے۔

اس لئے انصاف صحیح اور مکمل تو اسی وقت ہوگا جب کہ انسانوں کو ان کے اعمال کا بھرپور اور مکمل بدلہ دیا جائے، اگر انسانوں کے مرتے ہی جنت یا دوزخ دیدیا جائے تو پھر یہ بدلہ اور انصاف نامکمل اور غلط ہوگا، اس لئے کہ ایسی صورت میں ایک انسان جہنم میں سزا اور عذاب بھگتنا شروع کردے گا مگر اس کے گناہ کے اثرات کی وجہ سے لوگ دنیا کی زندگی میں اس کے لگائے گئے گناہ کے پودے کے اثرات کو تو پھیلاتے رہیں گے، پھر اس کو سزا مکمل نہیں ملے گی، جس طرح قابیل نے ہابیل کو قتل کرکے دنیا میں قتل کی بنیاد ڈالی ہے، اب قیامت تک جتنے قتل ہوں گے ان کا ذمہ دار قابیل بھی ہوگا، اس لئے کہ وہی قتل سکھا کر گیا' ایسی صورت میں قابیل کے مرتے ہی جہنم میں ڈال دیا جاتا تو وہ فیصلہ اور انصاف نامکمل رہتا، صحیح فیصلہ اور مکمل بدلہ تو یہ ہے کہ دنیا ختم ہونے کے بعد انسانوں کا قتل بند ہوجانے کے بعد قابیل کو سزا اور عذاب دیا جائے۔

انسان کی فطرت اور عقل بھی یہ مانتی ہے کہ کسی کو اس کا کھاتا بند ہونے سے پہلے حساب نہ کیا جائے، اس لئے یہ بات انسان کی عین فطرت اور عقل کے مطابق ہے کہ انسان کی دنیا کی زندگی کے اچھے برے فیصلے کا ایک ایسا وقت اور دن ہو جہاں اعمال کا سلسلہ روک کر انعام یا سزا دی جائے تاکہ انسان کو اس کی محنتوں اور کوششوں کا بھرپور بدلہ ملے۔

دنیا میں صحیح انصاف کیوں نہیں ہوسکتا؟ دنیا کی سزائیں ناقص کیوں؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں آخرت والی تمام سزائیں اور جزا کیوں نہیں دیا جاتا؟ آخرت ہی میں اس کا انتظام کیوں کیا گیا؟ دنیا میں انسان اپنی حکومتیں

قائم کر کے عدالت، جج اور جیل کے ذریعہ ناقص، غلط، نامکمل فیصلے کرتا اور ناقص و نامکمل سزائیں دیتا ہے جو جرم کا بدلہ نہیں ہوتا اور جو لوگ نیک کام کرتے ہیں دنیا کی کوئی عدالت ان کو انعام نہیں دیتی۔

دنیا میں انسان جس چیز کو گناہ سمجھے وہ گناہ نہیں اور جس چیز کو نیکی سمجھے وہ نیکی نہیں اور نہ حکومت جس چیز سے روکے اس سے رُکنا نیکی نہیں اور جس چیز کے کرنے کو کہے وہ نہ کرنا گناہ نہیں، بلکہ اس کائنات کا مالک جس چیز کو گناہ بتلائے وہ گناہ ہے اور جس چیز کو نیکی بتلائے وہ نیکی ہوگی، چنانچہ دنیا میں ہزاروں ایسے کام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ گناہ، نافرمانی اور بداعمالی کہتا ہے اور وہ حکومت اور لوگوں کی نظر میں نہ گناہ ہے اور نہ بداعمالی، جس کی وجہ سے انسانوں میں گناہ اور نیکی کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔

مثلاً دنیا کی حکومتیں ایک انسان کو اللہ تعالیٰ کی زمین پر رہتے ہوئے اس کی تمام نعمتیں استعمال کرتے ہوئے، اللہ کو نہ ماننا یا اللہ کے ساتھ مختلف چیزوں کو خدا ماننا یا کسی پیغمبر کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا یا کسی کتاب کو ماننا اور کسی کتاب کو نہ ماننا نہ گناہ ہے، نہ نافرمانی ہے اور نہ اس پر کسی حکومت کے پاس کوئی قانون ہے اور نہ کوئی حکومت پکڑتی اور سزا دیتی ہے۔

اسی طرح دنیا کی حکومتیں انسانوں کو شراب پینے اور بیچنے، زنا کرنے، سود کھانے، جوے کے اڈّے چلانے، ناچ گانے کے کلب چلانے، ریس کھیلنے وغیرہ کے لائسنس جاری کرتی ہے اور باقاعدہ ہر سال اس کی فیس وصول کر کے اجازت نامے دیتی ہے، حکومت اور عوام کی نگاہ میں یہ تمام چیزیں نہ جرم ہیں، نہ گناہ ہیں، البتہ لائسنس نہ رکھ کر یہ کام کئے جائیں تو حکومت پکڑتی ہے اور معمولی سزائیں اور جرمانے لگا کر چھوڑ دیتی ہے۔

اس کے علاوہ انسان اگر یہ تمام کام پولیس اور حکومت کی نگاہ سے بچ کر کرلے تو حکومت کو اس کی خبر تک نہیں ہوتی اور لاکھوں لوگ حکومت اور پولیس سے چھپ کر یہ تمام کام کرتے ہی رہتے ہیں اور حکومت عدالت اور پولیس کو اس کی خبر تک نہیں ہوتی، اس کے علاوہ حکومت کی پولیس، عدالت کے جج اور وکیل مختلف مقدمات میں رشوت کھا کر، جھوٹا کیس

بنا کر، غلط گواہوں کو پیش کر کے قاتل، زانی، شرابی، جواری، چور، ڈاکو اور لٹیروں کو چھڑا لیتے یا جج خود صحیح گواہ نہ ملنے یا ثبوت مکمل نہ ملنے کی وجہ سے ملزم کو چھوڑ دیتے اور بے گناہ کہتے ہیں، اس کے علاوہ حکومتیں خود چوری، زنا، قتل پر معمولی معمولی قسم کی سزائیں مقرر کرتی ہیں۔

بہت سے مقدمات میں حکومت کی طرف سے منسٹروں کی اولاد اور رشتے داروں یا بڑے بڑے اثر و رسوخ رکھنے والوں یا گواہوں کو ڈرا دھمکا کر مقدمات کو کمزور کر دیا جاتا اور مجرم چھوٹ جاتا ہے۔

دنیا میں تمام حکومتوں کے منسٹر، وزراء، آفیسر اور تمام ملازمین کثرت سے عوام سے رشوت کھاتے اور حکومت کے خزانوں کا مال ناجائز طریقوں سے کھاتے، حکومت چھوٹے چھوٹے چند ملازمین کو پکڑ کر کچھ سزا دیتی ہے مگر تمام لوگوں کو سزا نہیں دے سکتی اور نہ منسٹروں اور وزراء سے حساب لے سکتی ہے۔

اسی طرح اگر کوئی انسان دنیا میں کسی کا قتل کرتا ہے تو عدالت اس انسان کو قتل کے بدلہ میں قتل کرنے کے بجائے زندگی بھر کی جیل (عمر قید) کے نام پر 15 یا 20 سال سزا دیتی ہے اور مقتول کے گھر کی تباہی، اس کے بیوی بچوں کی کفالت کے نام پر ان کے رہنے کے لئے گھر بار کا انتظام، بچوں کی پڑھائی لکھائی کی بربادی کی تلافی حکومت نہیں کرتی اور اگر مقتول کے بچے پڑھائی سے دور ہو کر آوارہ، غنڈے، چور، ڈاکو بن کر لوگوں کو ستائیں اور دوسرے انسانوں کے لئے تکلیف دہ بن جائیں تو اس کی ذمہ داری کوئی نہیں لیتا۔

اسی طرح اگر ایک انسان نے دس آدمیوں کا قتل کیا تو اس دس انسانوں کے بدلہ میں دنیا کی عدالت زیادہ سے زیادہ اس کو ایک مرتبہ قتل کر دے گی، نہ دس آدمیوں کے قتل کا بدلہ لے گی اور نہ دس خاندانوں کی بربادی کی سزا دے سکتی ہے۔

اسی طرح اگر ایک انسان دس عورتوں کی عزت و عصمت لوٹے اور حکومت اس کے بدلے اس انسان کو دس پندرہ سالوں کی جیل کی سزا دے سکتی ہے مگر ان عورتوں کی عصمت کا بدلہ نہیں دلا سکتی۔

اسی طرح اگر ایک انسان خدا کا انکار کرے یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرے اور کئی کئی چیزوں کو خدا کے مقام پر بٹھادے اور اس انسان کے ذریعہ دنیا میں ہزاروں سال تک لاکھوں انسان شرک وکفر میں مبتلا ہوتے گئے تو اس کا بدلہ اور سزا دنیا میں کیسے دیا جا سکتا ہے؟ اس کے علاوہ دنیا کے ہزاروں ہوٹلوں، کلبوں اور سراؤں میں عورت مرد مرضی کے ساتھ زنا، ناچ گانا کرتے ہیں اور دنیا میں ہزاروں جرائم چھپ کر پولیس کی نگاہ سے بچ کر کئے جاتے ہیں جس کی حکومت کو کوئی خبر تک نہیں ہوتی اور ان پر کوئی پکڑ بھی نہیں ہوتی، پھر دنیا کی حکومتیں اور عدالتیں نیک انسانوں کو ان کے اچھے کاموں پر کچھ بھی جزا اور انعام نہیں دیتیں، وہ عدالتیں صرف مجرموں کے لئے قائم کی جاتی ہیں۔

دنیا میں جزا اور سزا اس لئے بھی نہیں دی جا سکتی کہ یہاں جو بھی سزا اور جزا دی جائے گی وہ نامکمل ہو جائے گی، اس لئے کہ یہاں انسان صرف ۶۰، ۷۰، ۸۰ر سالوں تک ہی زندہ رہتا ہے، انسانوں کے اچھے یا برے اعمال کی مقدار اور ان کے اثرات کے لحاظ سے اتنی عمر کافی نہیں ہوتی، مثلاً ایک انسان اپنے چار بچوں کو شرک میں مبتلا کر کے گیا، اس کے ذریعہ نسل درنسل یہ شرک پھیلتا ہوا ہزاروں انسانوں میں چلا گیا تو ذرا غور کیجئے اس انسان کو ہزاروں انسانوں کے شرک میں مبتلا ہونے کی سزا کیلئے ۶۰، ۷۰، ۸۰ر سال کافی نہیں ہوتے۔

اسی طرح صحابہ کرامؓ جو اپنی زندگیوں میں محنت کر کے انسانوں کو توحید سکھا کر گئے ان کی یہ محنتیں قیامت تک جاری رہیں گی، ان محنتوں کا اجر ۶۰، ۷۰، ۸۰ر سالوں میں کیسے دیا جا سکتا ہے، اسی طرح ایک انسان دس آدمیوں کا قتل کیا تو اس کو ۶۰، ۷۰، ۸۰ر سالوں کی عمر میں دس انسانوں اور ان کے خاندانوں کی تباہی و بربادی کی سزا کیسے دی جا سکتی ہے؟

اگر انسانوں کو دنیا ہی کی زندگی میں آخرت والی جزا اور سزائیں دی جاتیں تو انسان کی زندگی کے چلتے رہنے کی وجہ سے نیکی کرنے والے نیکی کرتے اور برائی کرنے والے برائی کرتے ہوئے گناہوں کا اضافہ ہی کرتے رہتے تھے، جس کی وجہ سے ان کے گناہوں کی مقدار اور اثرات بھی بڑھتے ہی جاتے یا نیکیوں کا اضافہ کرتے ہی رہتے اور ان کو ان کے اعمال کی مکمل

جزا وسزا بھی نہیں دی جاسکتی تھی اور دوسرے نئے انسانوں کو دنیا میں آنے کا موقع ہی نہیں ملتا اور دنیا عذاب اور سزاؤں کا گھر بن جاتی، نیک لوگوں کو آرام اور سکون بھی نہیں ملتا، دنیا میں جو سکون رہتا ہے وہ برباد ہوجاتا، اس لئے عقل اور فطرت کا تقاضا بھی ہے کہ سزا کی جگہ علٰحدہ ہو اور جزا کا مقام علٰحدہ ہو، انسان خود دنیا میں مجرموں کے ساتھ یہی طریقہ اختیار کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جزا اور سزا کے مقامات علٰحدہ کرکے جنت اور جہنم کے ماحول اور حالات کو علٰحدہ علٰحدہ رکھا ہے، جو انسان جنتی ہوں گے وہ ایک ہی عمر کے ہوں گے اور جوان ہوں گے ان میں کوئی بھی بوڑھا ضعیف وکمزور، اپاہج، معذور نہیں ہوگا، پھر ان سب کا قد حضرت آدمؑ کے بہشتی قد کے برابر ہوگا، ان کو ذرّہ برابر مصیبت وتکلیف بھی نہ ہوگی، اس کے برعکس دوزخی کو جو قد اور جسم دیا جائے گا اس کے گناہوں کے حساب سے دیا جائے گا، کسی کو پہاڑ کے برابر سر ہوگا، کسی کا احد پہاڑ کے برابر جبڑا اور بے انتہاء موٹے موٹے ہونٹ ہوں گے، کسی کی جلد اتنی موٹی ہوگی کہ اس پر کئی سال سفر کیا جاسکے گا، کسی کے بیٹھنے کی جگہ بڑے بڑے پہاڑوں کے برابر ہوگی، کوئی اپاہج اور کوئی معذور ہوگا، وہ جب دوزخ میں گیس چھوڑے گا تو تمام دوزخ کی فضا اس سے بھر جائے گی، وہ آنکھوں سے اندھا اور کانوں سے بہرا بھی ہوگا، ذرا غور کیجئے دنیا میں اللہ تعالیٰ امتحان کی خاطر نیک اور بد انسانوں کے قد تو چھ، ساڑھے چھ فٹ کے رکھے ہیں، اگر دنیا میں دوزخ کی سزائیں دی جائیں تو پھر دوزخی انسانوں سے زمین کی ایک انچ کی جگہ بھی باقی نہ رہے گی اور دنیا کی فضا دوزح کی فضا اور ماحول سے خراب ہوکر تکلیف دہ بن جائے گی، اس لئے سزا اور جزا کی علٰحدہ علٰحدہ جگہ ہی ہونا یہ عین فطرت کے مطابق اور صحیح ہے، دنیا میں نہ جنت کی نعمتیں دی جاسکتی ہیں اور نہ دوزخ کے عذابات رکھے جاسکتے ہیں۔

دنیا کی اس زندگی میں آخرت کے تعلق سے پانچ عقائد عام ہیں

☆ **دہریوں کا عقیدہ:۔** جو لوگ سرے سے خدا ہی کو نہیں مانتے، وہ مرنے کے بعد والی زندگی کو ایک لغو اور بیکار بات سمجھتے اور سمجھتے ہیں کہ یہ دنیا ہی سب کچھ ہے، پیدا ہونا، عیش کرنا

اور مرجانا، اس کے علاوہ کوئی زندگی نہیں، یہی زندگی اصل زندگی ہے۔

☆**عیسائیوں کا عقیدہ:۔** عیسائی لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا اپنے چہیتے بیٹے کو تمام انسانوں کے گناہ معاف کرنے کیلئے سولی پر چڑھادیا ہے اوران کا خون تمام انسانوں کے گناہ کو معاف کرنے کا کفارہ بن گیا، اسلئے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا مان لو کامیاب ہوجاؤگے۔

☆**یہودیوں کا عقیدہ:۔** یہودی یہ سمجھتے ہیں کہ ہم پیغمبروں، اللہ کے ولیوں اور خاص بزرگوں کی اولاد ہیں اس لئے جہنم ہمارے لئے نہیں، ہم پیدائشی جنت کے حقدار ہیں، جہنم میں غیر یہودی جائیں گے، اگر ہم گئے بھی تو ہمارے بزرگ اور ولی اللہ سے سفارش کرکے ہمیں نکال لیں گے۔

☆**ہنود کا عقیدہ:۔** بت پرست یہ تصور اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ انسان اپنے گناہ معاف کرانے کیلئے بار بار جنم لیتا ہے، نیکیوں کی وجہ سے اونچے درجات میں جاتا اور پاپ کی وجہ سے نچلے طبقوں کے قالب میں جنم لیتا رہتا ہے، سزا اور جزا اس کو دنیا کی زندگی ہی میں ملتی رہتی ہے۔

☆**مسلمانوں کا عقیدہ:۔** مسلمان اسلام کو مانتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کو ایک دن ختم کردے گا، پھر اول سے آخرت تک تمام انسانوں کو زندہ کرے گا اور ان کی زندگی کے ایک ایک لمحہ کا حساب لے گا، جو ایمان والا ہو اور نیک کام کیا ہو اس کو جنت دے گا اور جو ایمان سے خالی اور برے کام یعنی گناہ کیا ہو اُسے جہنم میں ڈالے گا۔

ان تمام عقائد میں انسان کو غور کرنا چاہئے کہ کونسا عقیدہ انسان کی عین فطرت کے مطابق ہے اور سچا ہے اور انسان کی زندگی کو کنٹرول کرسکتا ہے؟ غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ اسلام کے سوا دنیا کی دوسری قوموں کے پاس عقیدۂ آخرت کا یا تو تصور ہی نہیں ہے یا غلط تصور ہے یا رسمی انداز کا تصور ہے، اسلام ہی صحیح عقیدہ آخرت پیش کرتا ہے۔

دوسرے مذاہب میں آخرت کے تعلق سے جتنی باتیں بتلائی جاتی ہیں وہ انسان کی سمجھ سے بہت دور کی ہیں، جن کو سمجھنا اور سمجھانا بے حد مشکل ہے، انسان اگر ان کو مان بھی لے تو وہ انسان کی زندگی پر کچھ اثر انداز نہیں ہوتیں، ان کے ماننے سے انسان میں کوئی

اخلاق و کردار بھی پیدا نہیں ہوتا، اس لئے دوسری قومیں اس عقیدہ کو مان کر بھی نہ اللہ سے ڈرتی اور نہ سزا اور عذاب کا خوف کھاتی ہیں، دوسرے مذاہب میں عقیدۂ آخرت کا ایک بے جان و بے روح نظریہ قائم کرلیا گیا ہے، وہ لوگ صرف خیالوں کی جنت میں جیتے ہیں، اسلام کے عقیدۂ آخرت پر یقین اور اس کی سچائی کا احساس کرنا ہو تو دوسرے مذاہب کے آخرت کے عقائد کو بھی ذہن میں رکھئے تو سمجھ میں آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عقیدۂ آخرت دے کر کتنا بڑا احسان اور فضل کیا ہے۔

آخرت کا انکار کرنے والوں کو سمجھانے کا طریقہ

یہ منکرین کہتے ہیں کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو چکے ہوں گے تو ہمیں واقعی قبروں سے نکالا جائے گا؟ یہ خبریں ہم کو بھی بہت دی گئی ہیں اور پہلے ہمارے باپ دادا کو بھی دی جاتی رہی ہیں، مگر یہ بس افسانے ہیں جو اگلے وقتوں سے سنتے چلے آرہے ہیں، کہو! ذرا زمین میں چل پھر دیکھیں کہ (بڑے بڑے مجرموں اور سرکش قوموں کا) کیا انجام ہو چکا ہے''۔(النحل:٦٧۔٦٩)

کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کرسکیں گے کیوں نہیں۔(القیٰمۃ:٣)

جو لوگ سرے سے خدا ہی کو نہیں مانتے وہ مرنے کے بعد والی زندگی کو ایک لغو اور بیکار بات سمجھتے ہیں، ایسے لوگوں کو دہریے یا کافر کہتے ہیں، ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ دنیا ہی کی زندگی سب کچھ ہے، یہیں کا جینا اصل جینا ہے اور یہیں کا مرنا اصل مرنا ہے، وہ صرف اپنے مشاہدے پر بھروسہ کرکے آخرت کا انکار کرتے ہیں، دنیا میں جتنے لوگ حیات بعد الموت کا انکار کرتے ہیں وہ کسی علمی تحقیق پر نہیں بلکہ صرف گمان کی بنیاد پر کرتے ہیں اور وہ اپنے اس انکار کی کوئی سند بھی نہیں لا سکتے۔

ایسے انسانوں کو کائنات میں غور وفکر کرکے یہ سوچنا چاہئے کہ سورج، چاند، ستارے، سیارے، ہوا، پانی، زمین، آسمان، پہاڑ، سمندر، درخت جب ہزاروں سالوں سے ہیں اور

با قاعدہ خاص خاص مقاصد کے تحت اپنا کام کررہے ہیں تو انسان بے انتہاء خوبیوں اور کمالات والا ہونے اور سب سے اعلیٰ مخلوق ہونے کے باوجود ۶۰، ۷۰، ۸۰/ سالوں ہی میں ختم ہوجائے گا؟ جبکہ یہ تمام چیزیں اسی کی پرورش کیلئے پیدا کی گئی ہیں، جب سورج ہزاروں سالوں سے ہے، چاند ہزاروں سال سے ہے، پانی ہزاروں سال سے ہے، ہوا ہزاروں سال سے ہے، تو انسان جوان سب سے بڑا ہے وہ کیسے ۶۰، ۷۰، ۸۰/ سالوں ہی میں ختم ہوجائے گا؟ وہ کیسے بے مقصد اور بیکار یا صرف دنیا کی حد تک پیدا کیا گیا ہے؟

ایسے انسانوں کو سوچنا چاہئے کہ دنیا میں کوئی خدا کو ایک اور اکیلا مان رہا ہے، کوئی اس کے ساتھ کئی خدا شریک کررہا ہے یا کوئی خدا کو مان ہی نہیں رہا ہے، کیا یہ دونوں قسم کے انسان برابر ہیں؟ ان کا کوئی حساب نہیں لیا جائے گا؟ دنیا میں کوئی زنا، شراب، عیاشی، سود، رشوت، ناچ گانے میں مست ہے اور دوسرا انسان ان تمام بداعمالیوں سے نفرت کرتا ہے، تو کیا یہ دونوں برابر ہیں، ان کا کوئی حساب وکتاب نہیں؟ دنیا میں کوئی حرام مال، ناجائز مال، دھوکہ اور چوری کا مال کماتا ہے اور دوسرا حلال اور جائز مال، ایمانداری سے کماتا ہے، تو کیا یہ دونوں برابر ہیں؟ ان کا کوئی حساب نہیں لے گا؟ جب یہ دونوں انسان برابر کے اس دنیا سے گذر جائیں گے تو پھر ان کی زندگی بے مقصد ہوجائے گی، ایک مزے کرتا رہا، دوسرا تکلیفیں اٹھاتا رہا۔

ایسے انسانوں کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دو چیزیں دی ہیں، ایک جسم دوسری روح (آتما) جسم کو تو انسان جلا رہا ہے یا دفن کررہا ہے یا پرندوں کو کھلا رہا ہے، مگر اسے سوچنا چاہئے کہ روح کہاں جارہی ہے؟ انسان تو اصل روح سے ہے، وہ تو باقی رہتی ہے، اس کو انسان پکڑ نہیں سکتا اور نہ جلا سکتا ہے، روح کو نیا جسم دے کر دوبارہ انسانی شکل ہی میں زندہ کیا جائے گا۔

جو انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں ان کی مثال بالکل اس بچے جیسی ہے جو ماں کے پیٹ میں ایک چھوٹی سی دنیا میں ہوتا ہے اگر کوئی اس بچے سے یہ کہدے کہ اے بچے! تو بہت جلد ایسی دنیا میں جانے والا ہے جو تیرے اس دنیا سے

لاکھوں کروڑوں گنی بڑی ہوگی، جہاں بڑے بڑے انسان، خطرناک سمندر، دریا، تالاب ہوں گے جہاں سورج، چاند ستارے اور سیارے ہوں گے، سورج بے انتہاء گرم ہوگا، چاند ٹھنڈا ہوگا، جہاں طرح طرح کے خطرناک جانور بھی ہوں گے، جہاں جنگلات اور بڑے بڑے پہاڑ ہوں گے، جہاں ہزاروں میل پھیلی ہوئی زمین بھی ہوگی، جس پر ریگستان ہوں گے، جہاں تیز رفتار سواریاں ہوں گی، جہاں آگ بھی ہوگی، لوگوں میں قتل وخون، غارتگری، لوٹ مار، دھوکہ بازی، چوری، ڈاکہ بھی ہوگا اور وہاں تیرا سب سے بڑا دشمن شیطان ہوگا، جو تجھے جہنم میں لے جانے کی رات دن کوشش کرے گا، تو اس بچے کو ان تمام باتوں کا یقین نہیں آئے گا اور وہ ماں کے پیٹ میں رہتے ہوئے ایسی دنیا کا تصور نہیں کر سکے گا اور انکار کردے گا بالکل یہی حال غافل اور بے شعور انسانوں کا ہے کہ وہ اس دنیا میں رہتے ہوئے آخرت والی دنیا کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔

جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے اور دوبارہ زندہ ہونا انہیں سمجھ میں نہیں آتا، ان سے یہ پوچھا جانا چاہئے کہ موجودہ زمانہ میں انسانوں کی سائنسی ترقی کو دیکھ کر کیا وہ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ انسان بس وہی کچھ کرسکتا ہے جو آج کر رہا ہے، آئندہ اگر وہ کچھ کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا؟ خدا کو چھوڑیئے انسانوں ہی کے متعلق گذرے زمانوں میں لوگ یہ اندازے لگائے تھے کہ یہ صرف زمین پر ہی چلنے والی گاڑیاں بنا سکتا ہے، ہوا میں اڑنے والی گاڑیاں بنانا اسکے بس کی بات نہیں یا اگر کوئی سائنسداں پچھلی صدیوں میں یوں کہتا کہ وہ ایک پلاٹینم کا وزنی ہوائی جہاز بنانے والا ہے جو ہزاروں ٹن سامان اور چار پانچ سو انسانوں کو لیکر اڑے گا یا کوئی یہ کہتا کہ وہ ایک ایسا آلہ بنائے گا جس کی مدد سے دنیا کے ایک کونے میں بیٹھ کر دوسرے کونے سے بات کی جاسکے گی یا کوئی یہ کہتا کہ وہ ٹی وی نام کی ایک چیز بنائے گا جس میں دنیا کے کونے کونے کی فوٹوز آئیں گے اور دنیا میں ہونے والے واقعات اسی منٹ اور اُسی دم دیکھنے کو ملیں گے جس وقت وہ چل رہے ہیں تو لوگ ان سائنسدانوں کو پاگل اور مجنون کہتے اور ان کو بیوقوف سمجھتے اور کہتے کہ یہ بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں، ایک اچھی عقل والا اس طرح

کی باتیں نہیں کرتا، مگر آج کے ہوائی جہاز اور ٹیلیفون اور ٹی وی انسانوں کے اندازوں کو غلط ثابت کر دیتے اور وہ اپنی عقل کو قصوروار قرار دیتے۔

اسی طرح پیغمبر پر آئی وحی آج اگر مرنے کے بعد والی زندگی کی تفصیل بتلا رہی ہے اور انسانوں کو دوبارہ زندہ ہونے کی تعلیم دے رہی ہے تو کیا پیغمبر کو اور وحی کو جھوٹا کہا جاسکتا ہے یا انکار کیا جاسکتا ہے؟ جبکہ آج کے سائنسدانوں کی پلاننگ پر لوگ کلوننگ سے جانداروں کو بنانے کا یقین کر کے قانون بنانا چاہتے ہیں، مگر پیغمبر کی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

کیا انسان آج دنیا کی اس عارضی زندگی میں خدا کے نظر آنے والے کاموں کو دیکھ کر یہ کہہ سکتا ہے کہ خدا کل دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا، صرف وہی کچھ کر سکتا ہے جو آج ہمیں نظر آ رہا ہے، کل اگر وہ کچھ کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا، یہ اس کے بس کی بات نہیں، تو یہ انسانوں کے ذہن و عقل کی کمزوری ہوگی، انسان کی یہ آنکھیں موت کے بعد والی زندگی کو نہیں دیکھ سکتیں اور نہ عقل خدا کی قدرت کو مکمل سمجھ سکتی ہے۔

اگر انسانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے میں شک ہے تو ایسے انسانوں کو اپنی عقل کا استعمال کر کے یہ حقیقت سمجھنا چاہئے کہ خدا نے انسانوں کو مٹی جیسی بے جان چیز سے پیدا کیا ہے اور ایک معمولی پانی کے قطرے سے چھ فٹ کا شاندار عقل و شعور والا انسان بنا دیتا ہے، ذرا سوچئے کہ کسی چیز کو شروع میں بنانا مشکل ہے مگر جب وہ بنجائے تو اس کے منتشر و پراگندہ ذرّات کو پھر جمع کرنا بہت آسان ہے، قرآن انسانوں کو انتہائی آسان طریقے سے دوبارہ پیدا ہونے کے مسئلہ کو سمجھاتا ہے، کہتا ہے کہ کسی چیز کو پہلی بار عدم سے وجود میں لانا مشکل کام ہے مگر جو چیز وجود میں آگئی ہو تو اس کے منتشر و پراگندہ ہو جانے کے بعد دوبارہ پہلی صورت پر پیدا کرنا بہت آسان ہے، انسان کے مقابلہ میں آسمانوں اور زمین کا بنانا مشکل کام ہے مگر اللہ تعالیٰ کے لئے تو کوئی چیز بھی مشکل نہیں، لہٰذا جو ذات اس دشوار کام سے عاجز نہ ہوئی ہو وہ آسان تر کام کو انجام دینے میں کیسے عاجز ہو سکتی ہے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ پہلی مرتبہ پیدا کرنا اور دوبارہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے بہت ہی آسان کام ہے، اللہ تعالیٰ مٹی جیسی بے جان

چیز سے انسان کو پیدا کرتا ہے اور ایک معمولی نطفہ کے کیڑے سے وجود دیتا ہے تو کیا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا، جب خدا کو پہلے مشکل نہیں تھی تو بعد میں کیوں مجبوری ہوگی۔

انسان خود خدا کی دی ہوئی عقل سے کئی مشینیں بناتا ہے، گھڑیوں اور موٹر کے تمام پُرزے کھول کر الگ الگ کر دیتا ہے پھر اسے جوڑ دیتا ہے۔

انسان رات دن درختوں اور جھاڑوں کو کاٹتا اور ان کی ڈالیاں توڑتا ہی رہتا ہے، پتّے پت جھڑ کے موسم میں جھڑ جاتے ہیں اور درخت پورا ننگا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بار بار اس کی پھر اصلی صورت میں ڈالیاں، پتّے اور پھولوں کے ساتھ واپس لاتا ہے۔

انسان اپنے سر کے بال، پرندوں کے پر نکال پھینکتا ہے، اللہ تعالیٰ پھر بال اور پروں کو پیدا فرماتا ہے اور وہ اصلی حالت پر آجاتے ہیں۔

انسان ناخن بار بار کاٹتا ہے، اللہ تعالیٰ پھر ناخن کو اس کی جگہ پر پیدا کرتا ہے۔

بغیر مرغ کے صرف فیڈ سے ہر روز مرغی سے انڈا پیدا کرتا ہے۔

تمام جانداروں کے اندر خلیے ہوتے ہیں، ان میں کے بہت سے خلیے ہر روز مرتے ہی رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی جگہ نئے خلیے پیدا فرماتا ہے اور انسان ہر عمر ہر سال اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زندہ رہتے ہوئے ایک نیا جسم لیتا ہی رہتا ہے، گویا زندہ رکھتے ہوئے جسم کو بدلا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی کام مشکل نہیں، سانپ زندہ رہتے ہوئے اپنے جسم کی کھال بدلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر حالت زندگی ہی میں نئی کچلی چڑھا دیتا ہے، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی کمالِ قدرت ہے، ایسا کمال وقدرت کسی میں نہیں، وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے۔

بعض جانور زندہ رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت سے کئی رنگ بدل لیتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے لئے دوبارہ زندہ کرنا کونسا مشکل کام ہے؟

قرآن مجید نے بہت ساری جگہوں پر آخرت میں دوبارہ زندہ ہونے کے یقین کو پیدا کرنے کے لئے مختلف انداز سے انسانوں کو غور وفکر کرایا ہے۔

سورۂ نبأ میں غافل اور آخرت کا انکار کرنے یا شک کرنے والوں کو کائنات کی مختلف

چیزوں پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی اور سمجھایا کہ تم نہیں دیکھتے کہ ہم نے زمین کو فرش بنایا، اس پر بڑے بڑے پہاڑوں کو کھڑا کیا اور تمام چیزیں جوڑا جوڑا پیدا کیں، نیند کو پیدا کیا اور رات کو آرام لینے اور دن کو کمانے، معاش کیلئے بنایا، پھر بڑے بڑے سات آسمان بنائے، روشن سورج، بنایا، پھر آسمانوں سے بادلوں کے ذریعہ پانی برسا کر زمین سے غلّہ، اناج اگائے اور گھنے باغات آباد کرتے ہیں پھر خاص طور پر فرمایا کہ بیشک فیصلے کا دن مقرر ہے، آسمان کھول دیا جائے گا، پہاڑ چلائے جائیں گے۔ (النبأ)

اس طرح سمجھا کر قرآن مجید انسانوں کو یہ تعلیم دے رہا ہے کہ ذرا غور کرو اللہ تعالیٰ زمین کو تمام جانداروں کے لئے بستر اور فرش بنا دیا، اللہ تعالیٰ ایسی زمین کو ہر گرما میں سوکھا کر مردہ بنا دیتا ہے، یہ سورج کی شعاعوں سے تڑخ کر مردہ بن جاتی ہے اور زراعت کے قابل نہیں رہتی، پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسا کر اسی مردہ زمین کو دوبارہ زندہ کرتا ہے اور اس میں جان پیدا ہوجاتی ہے اور ایسا وہ بار بار کرتا ہے، پھر ذرا غور کرو کہ اسی زمین پر مردہ بیج جو کئی سالوں سے بے جان پڑے رہتے ہیں، جیسے ہی بارش کا پانی حاصل کرتے ہیں، فوراً زندہ ہوجاتے اور یہ زمین لہلہاتے کھیت اور باغات میں تبدیل ہوجاتی ہے، تو جب زمین کو بار بار مردہ کر کے زندہ کرتا ہے تو انسان کو حساب لینے کیلئے زندہ نہیں کر سکتا؟

اللہ تعالیٰ پانی کو بخارات بننے اور ہواؤں میں اڑنے کی صلاحیت دے رکھی ہے، ورنہ انسان یہ پانی اوپر نہیں لے جا سکتا تھا، پھر اللہ تعالیٰ ان ہی بخارات کو بادلوں میں تبدیل کرتا ہے اور ہواؤں کے ذریعہ اڑاتا رہتا ہے، اب انسان کے نیچے بھی پانی اور انسان کے اوپر بھی پانی اور بادلوں کا یہ پانی اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے جہاں چاہے بارش کی شکل میں برستا اور زمین پر زندگی کے سامان مہیا کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے پھولوں، پھلوں اور غلہ اور ترکاریوں، اناج کے کھیت اور باغات لہلہاتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پانی کو برف کی شکل میں تبدیل ہونے کی صلاحیت دیا ہے اور پانی دنیا کے مختلف علاقوں میں پہاڑوں پر برف کی شکل میں محفوظ رہتا ہے اور وہ برف اللہ تعالیٰ

کے حکم سے پھر پانی بن کر دریا، ندی، نالوں کی شکل میں زمین کو سیراب کرتا ہے، آسمانوں پر بھی برف کی شکل میں رہتا ہے، تو ذرا غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ پانی کو بخارات بنا کر بادلوں میں تبدیل کرتا ہے یا برف بنا کر پتھر بناتا اور پھر پانی بناتا ہے، تو کیا انسان کو دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا؟

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تھکان کو دور کرنے اور ان کو تازہ دم کرنے کے لئے نیند پیدا کیا، جب جاندار ہر روز نیند کے ذریعہ چھوٹی موت اختیار کر لیتے اور اللہ تعالیٰ انہیں ہر روز صبح زندہ کرتا ہے، تو بار بار جانداروں کے نیند لینے سے اور پھر زندہ ہونے سے انسانوں کو سمجھ میں نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے؟

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے روشن سورج بنایا جو بہت تیزی اور گرمی کے ساتھ روشن ہوتا ہے، عین اس کے چمکتے وقت سورج کو گہن لگا کر اس کو بے نور کر دیتا اور ہر روز اس کو غروب کر کے پھر صبح طلوع کرتا ہے، تو کیا انسان کو ختم کر کے دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا؟

اسی طرح دن کو معاش کمانے اور رات کو آرام لینے کا ذریعہ بنایا، جب وہ ہر روز دن کو ختم کر کے رات کو لاتا اور رات کو ختم کر کے دن کو لاتا ہے اور ہر روز یہ عمل کرتا رہتا ہے، تو کیا انسان کو ختم کر کے پھر دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا؟

درختوں اور جھاڑوں اور پودوں پر غور کرو، جب انسانوں کے یہ گھنے باغات اور کھیتوں کو پانی نہیں ملتا تو تمام درخت اور پودے مرجھا کر بیمار ہو جاتے ہیں، ان کے پتے ڈالیاں سب کچھ سوکھنے لگتے ہیں، مگر جیسے ہی پانی ملتا ہے پھر ان میں جان پیدا ہو جاتی اور وہ تازے ہو جاتے ہیں، تو کیا انسان کو موت دے کر پھر سے زندہ نہیں کرسکتا؟

اے انسانو! ذار سوچو کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان، زمین، چاند، سورج، پہاڑ جیسی بڑی بڑی چیزیں بنائیں اور زمین کو ہلنے سے بچانے کے لئے پہاڑوں کو میخ بنایا، وہ ایک دن پہاڑوں کو ہواؤں میں ریت بنا کر اڑا دے گا اور آسمان پھاڑ دے گا، اس کے لئے یہ تمام کام کچھ مشکل نہیں' تو کیا وہ انسان کو حساب کتاب کے دن دوبارہ زندہ نہیں کرے گا؟ بیشک اس نے فیصلہ کا دن مقرر کیا ہے، جسے آخرت کہتے ہیں، اس نے تمام چیزوں کو جوڑا جوڑا بنایا۔

یاد رکھو! تمہاری اس دنیا کی زندگی کا جوڑا آخرت ہے، جو ایک دن قائم ہو کر رہے گی، جس طرح تمام چیزیں جوڑا جوڑا ہیں اسی طرح دنیا بھی جوڑا رکھتی ہے، وہ ہے آخرت، اس لئے اس دن کی تیاری کرو اور اس دن کا مذاق مت اڑاؤ، اس دن پر شک مت کرو، اس دن کا انکار مت کرو، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو مانو اور یقین کرو۔

انسانوں اور جانوروں میں سب سے بڑا بنیادی فرق یہ ہے کہ جانور خدا کے پاس جواب دینے کے احساس سے بالکل خالی ہوتے ہیں، ہر کام جی کی خواہش کے مطابق کرتے ہیں، اگر ایک انسان بھی اس عقیدہ سے خالی ہو تو اس کا بھی ہر کام خواہش اور جی کے مطابق ہو گا، اس میں اور جانوروں میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا۔

انسان دنیا کے مختلف ذرّات میں پھیلا ہوا تھا' اُسے یکجا کیا گیا

انسان کی زندگی بہت اوپر سے آ رہی ہے، وہ عالم الست سے حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں تھا، پھر وہاں سے نسل در نسل باپ دادا میں منتقل ہوا، پھر باپ کی ریڈھ کی ہڈی اور پھر ماں کے رحم میں آیا، باپ کی ریڈھ کی ہڈی اور ماں کے رحم میں آنے سے پہلے وہ پانی کے قطروں، پھل پھلاری کے ٹکڑوں، غلہ اور اناج کے دانوں، جانوروں کے گوشت، انڈے اور دودھ کے ذرات، ہواؤں کے ذرات، آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ میں پھیلا ہوا تھا، یوں سمجھئے کہ کہیں کے گیہوں، چاول، کہیں کی ترکاریاں اور کہیں کے میوے، پھل پھلاری اور کہیں کے جانور دودھ انڈے اور گوشت اور کہیں کی جڑی بوٹی کی دوائیں اور دنیا کے مختلف علاقوں کا پانی ابر بن کر اس کے ملک میں برستا ہے، غرض اللہ تعالیٰ نے اس کو بکھری ہوئی حالت سے جمع کر کے مرد و عورت کے نطفہ میں تبدیل کیا اور وہ چھوٹے سے جرثومہ کی شکل اختیار کر کے گوشت اور خون کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بنا، انسان کے جسم میں کیا ہے؟ لوہا، کیلشیم، آگ، ہوا، پانی اور کچھ نمکیات، یہ سب چیزوں کا مجموعہ انسان ہے، جب یہ سب چیزیں

بکھری ہوئیں تھیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک جگہ جمع کر کے ایک شکل دی، تو پھر ان چیزوں کو جوڑ کر دوبارہ پیدا کرنا کونسا مشکل کام ہے؟

موجودہ زمانہ میں سائنس کی ایک تحقیق ہے کہ انسان کی ریڑھ کی ہڈی کے نیچے ایک بہت چھوٹا سا ذرہ ہوتا ہے، جب انسان پر غیر فطری حالات آتے ہیں یا وہ مر جاتا یا جلا دیا جاتا ہے یا جانوروں کے حوالہ ہو جاتا ہے تو یہ ذرہ جو آنکھوں سے نظر نہیں آتا وہ فوراً سکڑ کر اپنے آپ کو ایک خول میں لپیٹ لیتا ہے اور پھر وہ انسان کے ساتھ دفن ہو جاتا ہے یا جلا دیا جاتا ہے تو انسان کا تمام جسم جل جاتا ہے مگر یہ ذرہ ختم نہیں ہوتا اور نہ جلتا ہے، نہ ہضم ہوتا ہے، گویا یہ بھی انسانی بیج ہے، سائنس کہتی ہے کہ اس میں ہزاروں سال بعد پھر اپنی اصلی حالت پر دوبارہ واپس آنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔

سائنس اور عقل موت کے بعد کی زندگی کی معلومات نہیں دے سکتے!

اگر کوئی انسان موت کے بعد والی زندگی کو سائنس اور عقل سے سمجھنے کی کوشش کرے گا تو اسے جاننا چاہئے کہ سائنس اور عقل انسان کو موت کے بعد والی زندگی کے بارے میں صحیح معلومات نہیں دے سکتے، اس لئے کہ سائنس اور عقل کا پورا پورا دارومدار حواس پر ہے، وہ ان ہی چیزوں کا علم دے سکتے ہیں جو نظر آتی ہیں یا جسم رکھتی ہیں یا محسوس ہوتی ہے، جو چیز غائب ہے ان کے بارے میں سائنس اور عقل مجبور ہے، خود انسان کی روح پر کوئی معلومات نہیں دے سکتے، اس لئے آخرت کی زندگی کو سائنس اور عقل سے سمجھنے کے بجائے پیغمبر پر اُترے ہوئے علم قرآن مجید کے ذریعہ سمجھنا ہوگا، تب ہی انسان گمراہی سے محفوظ رہ سکتا ہے، وحی الٰہی ہی وہ واحد علم ہے جو انسان کو مرنے کے بعد والی زندگی پر پوری اور صحیح معلومات فراہم کرتا ہے، وحی الٰہی سے ہٹ کر اگر کوئی کتاب یا کوئی مذہب مرنے کے بعد والی زندگی کا علم دے رہا ہے تو وہ گمراہی ہے، اس سے انسان سوائے گمراہی کے اور کچھ بھی نہیں حاصل کر سکتا اور وہ علم انسان کو آخرت کے لئے تیاری نہیں کروا سکتا۔

ایسے انسانوں کا حال اس بے شعور مچھلی کی طرح ہے جو صرف اپنے مشاہدے پر بھروسہ کر کے اپنی زندگی کو مصیبت میں مبتلا کر لیتی ہے، اگر کوئی کسی سمندر میں جا کر کسی مچھلی سے یہ کہے کہ اے مچھلی! سمندر کی سطح پر گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، اسے تو مت کھانا، کیوں کہ اسے تو اگر کھائے گی تو پھنس جائے گی، اس لئے کہ اس گوشت میں ایک کانٹا ہے جو تیرے حلق میں پھنس جائے گا اور کانٹے سے ایک دھاگہ بندھا ہوا ہے جو سمندر کے باہر زمین پر ایک انسان کے ہاتھ میں ہے، جیسے ہی تو پھنسے گی وہ انسان تجھے سمندر سے باہر نکال لے گا اور اپنے گھر لے جائے گا، پھر زمین پر راکھ نام کی ایک چیز ہوتی ہے اسے تیرے جسم پر ڈال کر چھری چاقو یا کلہاڑی وغیرہ اوزار سے تیرے جسم کو چھیلے گا اور کلہاری اور چھرے سے تیرے ٹکڑے کر دئے جائیں گے اور تیرے پیٹ کا سامان اندر سے کھینچ لیا جائے گا اور کڑھائی میں تیل ڈال کر گرم کیا جائے گا، پھر تیرے جسم کے ٹکڑوں کو اس گرم گرم اور کھولتے ہوئے تیل میں ڈال کر تلا جائے گا، ان ٹکڑوں کو تیز جلتی ہوئی مرچ لگائی جائے گی، زمین پر انسان بستے ہیں، ہر ایک کو دو دو ہاتھ ہوتے ہیں، ہر ہاتھ میں پانچ پانچ انگلیاں ہوتی ہیں اور منہ میں ۳۲،۳۲ دانت ہوتے ہیں، وہ تیرے ٹکڑوں کو چبا کر کھا جائیں گے اور کانٹوں اور ہڈیوں کو نکال پھینک دیں گے، زمین پر کتّے، بلی نام کے جانور رہتے ہیں، وہ تیرے کانٹوں کو اور پیٹ کے پورے سامان کو بھی کھا جائیں گے، اے مچھلی! تو اس گوشت کے ٹکڑے کو مت کھانا ورنہ تیرا نام ونشان تک بھی باقی نہ رہے گا۔

مچھلی یہ سن کر پورا سمندر گھومتی اور کہتی ہے کہ میں نے پورا سمندر پھر لیا ہے، کہیں پر بھی نہ مجھے آدمی نظر آئے، نہ کانٹا نظر آیا، نہ آگ اور تیل نظر آیا اور نہ چھری، چاقو اور کلہاڑی نظر آئی، نہ کتے، بلی نظر آئے، مجھے کیوں بلا وجہ ڈراتے ہو؟ کیوں مجھے گوشت کھا کر مزہ لوٹنے سے روک رہے ہو؟ بالکل اسی طرح غافل اور بے شعور انسانوں کا حال ہے، وہ دنیا میں رہ کر آخرت کو اور وہاں کی جزا وسزا کو نہیں سمجھ سکتے اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔

☆☆☆

دنیامیں جنت اور دوزخ کے نمونے موجود ہیں!

اگر انسان غور وفکر کی نگاہ استعمال کرے تو اس کی اپنی دنیا کی زندگی میں جنت و دوزخ کے نمونے نظر آئیں گے، اس طرح وہ آخرت پر اپنا ایمان ویقین بڑھا سکتا ہے۔

جس طرح غلہ اور اناج کی دکانوں پر چھوٹی چھوٹی ڈبیوں میں چاول، گیہوں اور دالوں کے مختلف نمونے ایک میز پر رکھے ہوئے ہم دیکھتے ہیں، جس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مالکِ دکان کے گودام میں یہ چیزیں موجود ہیں، اس لئے ان چھوٹی چھوٹی ڈبیوں میں یہ تھوڑی مقدار صرف نمونہ اور مثال کے لئے رکھی گئی ہے۔ (مثال رہبری کے لئے ہے نہ برابری کے لئے)

جنت کی نعمتوں یا دوزخ کی سزاؤں کا دنیا کی چیزوں سے اندازہ لگانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا، صرف سمجھانے اور ہماری عقل میں آنے کیلئے ان چیزوں کے ذریعہ مثال دی جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو آخرت سمجھانے اور جنت و دوزخ کا یقین پیدا کرنے کے لئے ان کے مختلف معمولی نمونے دنیا میں رکھے ہیں تا کہ انسان ان نمونوں کے ذریعہ جنت و دوزخ کا اندازہ لگا سکے اور یقین کر سکے۔

دنیا میں جنت کے نمونے:۔

- ٹھنڈا، میٹھا، پاک، صاف، شفاف پانی جنت کے پانی کی مثال اور نمونہ ہے۔
- مختلف چیزوں میں خوشبو، مہک، خوبصورتی اور رنگینی جنت کے نمونے ہیں۔
- صبح کی سکون دینے والی تازہ ہوا اور صبح کا اجالا جنت کا نمونہ ہے۔
- دنیا میں خوشی، راحت و آرام اور چین وسکون جنت کے نمونے ہیں۔
- دنیا میں ہنسی، مسکراہٹ اور نورانی روشن چہرے جنت کے نمونے ہیں۔
- دنیا میں عزت اور خاطر تواضع اور اکرام، مہمان نوازی جنت کے نمونے ہیں۔
- دنیا میں کامیابی اور ترقیاں جنت کے نمونے ہیں۔

- دنیا میں آرام دہ ایر کنڈیشن اور تیز رفتار سواریاں، عمدہ سامان جنت کے نمونے ہیں۔
- دنیا میں شرم وحیا، عفت وعصمت، حسن اخلاق وکردار اور سلیقہ مندی جنت کے نمونے ہیں۔
- دنیا کا آرام دہ فرنیچر، نرم نرم بستر، گاؤ تکئے، خوبصورت رنگین قالین، پھولوں اور سجے سجائے باغ، رنگین اور قسم قسم کے پھول، یہ سب جنت کے نمونے ہیں۔
- دنیا میں فرمانبردار بیویاں اور خدمت کے لئے نوکر یہ جنت کے نمونے ہیں۔
- فرمانبردار مردوں کے لئے نیک صالح بیویاں اور فرمانبردار عورتوں کے لئے نیک و صالح مرد جنت کے نمونے ہیں۔
- خوبصورت لباس، عمدہ کپڑے، خوبصورت محلات، ان میں مختلف قسم کی روشنی اور رنگ، پردے، باغات، نہریں اور تالاب، طرح طرح کے چمن، حوض، فوّارے، یہ سب جنت کے نمونے ہیں۔
- قسم قسم کی غذائیں، قسم قسم کے میٹھے، قسم قسم کے مشروبات، مختلف رنگ اور مزے کے پھل اور مختلف قسم کے خوشبودار پھول، پتے، سایہ دار درخت، پودے سب جنت کے نمونے ہیں۔
- مختلف قسم اور مختلف آوازوں کے رنگین پرندے اور دوسرے جانور جنت کے نمونے ہیں۔
- دنیا میں مختلف قسم کے عطر، مشک، عنبر، سونا، چاندی، ہیرے، جواہرات، زیورات، موتی، زعفران، ریشم وغیرہ سب جنت کے نمونے ہیں۔

دنیا میں دوزخ کے نمونے:۔

- دنیا میں گرم، کھارا، کڑوا، گندا، ناپاک، بدبودار، سڑھا ہوا، میلا پانی دوزخ کے نمونے ہیں۔
- دنیا میں پیپ، خون، ہر قسم کی بدبو اور سڑاند دوزخ کے نمونے ہیں۔
- دنیا میں انتہائی گھٹاٹوپ اندھیرا اور تکلیف دینے والی گرم لو، تیز آتش فشاں کی آگ اور لاوا سب دوزخ کے نمونے ہیں۔
- دنیا میں غم، پریشانی، گھبراہٹ، ناامیدی، دکھ درد، ڈر خوف دوزخ کے نمونے ہیں۔
- دنیا میں بے عزتی، ذلت، ناکامی، محرومی، حقارت سب دوزخ کے نمونے ہیں۔

- دنیا میں چہروں کا مسخ ہوجانا اور چہرے بے رونق ہوجانا اور چہروں پر لعنت برسنا، اپاہج اور معذوری یہ سب دوزخ کے نمونے ہیں۔
- دنیا میں سانپ بچھو، اور دوسرے زہریلے اور موذی جانور، کانٹے دار درخت اور کانٹے دار جھاڑیاں، سخت سردی، بھوک، پیاس، زخموں کی تکلیف، اندھا اور بہرہ پن دوزخ کے نمونے ہیں۔
- دنیا میں ہر قسم کی سزائیں دوزخ کے نمونے ہیں۔
- دنیا میں ناپاکی اور گندگی، غلاظت دوزخ کے نمونے ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کے خون کے کفارے سے نجات کا عقیدہ؟!

عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا نے ساری انسانیت کے گناہ معاف کرنے کے لئے اپنے پیارے بیٹے کو سولی پر چڑھا دیا، اس طرح ان کے خون کو تمام انسانوں کے گناہ معاف ہونے کا کفارہ بنا دیا، جو کوئی انسان ان کو خدا کا بیٹا مان لے گا اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور وہ بخشا بخشایا ہوا بن جائے گا۔

ذرا غور کیجئے! اس عقیدہ سے اب قیامت تک کوئی بھی انسان جو اس عقیدہ کا ہوگا، گنہگار اور جہنمی نہیں ہوگا، اس لئے اب ایسے انسانوں کو نیک کام کرنے بھی ضرورت اور فکر ہی باقی نہیں رہتی، نہ ان کو اللہ سے معافی مانگنے اور توبہ کرنے کی فکر رہے گی اور نہ آخرت میں اللہ کے پاس پکڑ کا اور جواب دینے کا احساس ہی باقی رہے گا، وہ اس عقیدہ کو مان کر اپنے آپ کو جنتی تصور کریں گے اور اپنے آپ کو بخشے بخشائے ہوئے مانیں گے۔

دنیا کی اس زندگی میں جس آدمی کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوکر جواب دہی کا احساس اور پکڑ کا احساس ہوگا وہ گناہ سے بچنے کی پوری کوشش کر کے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے گا، جس معاشرہ اور جن انسانوں کے پاس ایسا عقیدہ ہو وہ معاشرہ کثرت سے بداعمالیوں اور بدکاریوں میں مبتلا ہوکر بھی خیالی جنت میں مبتلا رہے گا اور نیکی و بدی کے تصور سے خالی ہوگا۔

ذرا غور کیجئے! کہ کوئی بھی باپ اپنی اولاد میں سے نیک اور فرمانبردار بیٹے کو اپنے نافرمان بیٹوں کی خاطر سولی پر چڑھاتا ہے؟ یا اُسے مصیبت سے بچاتا ہے؟ کیا کوئی اپنے نافرمان اور بُرے بچوں کی خاطر اچھے کو تکلیف میں مبتلا کر کے ختم کر دیتا ہے؟ اگر کوئی باپ ایسا کرے تو یہ انصاف نہیں ہوگا بلکہ وہ باپ ظالم، جابر اور نا انصاف کہلائے گا۔

پھر یہ بھی غور کیجئے کہ ایک بیٹے کو سولی پر چڑھانے سے دوسروں کے گناہ کیسے معاف ہوں گے؟ بروں کی سزا اچھے کو کیوں دی جا رہی ہے؟ کیا عقل یہ بات مانتی ہے کہ بروں کے گناہ معاف کرنے کے لئے اچھوں کو سزا دی جائے، ایک انسان معمولی اور کم عقل رکھ کر بھی ایسا کام نہیں کرتا تو انسانوں کا مالک ایسا کیوں کرے گا؟ وہ تو بے انتہاء رحم کرنے والا، مہربان اور انصاف کرنے والا ہے، اس نے اپنے بندوں کے گناہ معاف کرنے کے لئے توبہ اور معافی مانگنے اور اپنی غلطیوں سے پلٹ آنے کا طریقہ رکھا ہے، اسلام تو یہ تعلیم دیتا ہے کہ غلطی اور گناہ ہو جائے تو اپنے مالک کی طرف متوجہ ہو کر معافی مانگو اور توبہ کر کے اپنے باپ آدم علیہ السلام کی روش اختیار کرو، یہی چیز انسان کی فطرت سے قریب اور عقل میں آنے والی ہے، دنیا کی زندگی میں بھی انسان سے غلطی ہو جائے تو وہ اپنے بڑوں سے معافی مانگتا اور دوبارہ وہ حرکت نہ کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔

پھر یہ بھی غور کیجئے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تک تمام لوگوں نے نہ اس عقیدہ کو مانا اور نہ وہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا سمجھے، پھر ان کی مغفرت کیسے ہوگی؟ ان انسانوں کو بھی ان کے پیغمبروں نے توبہ کا طریقہ بتلایا، پھر حضرت عیسی علیہ السلام کے بعد قیامت تک جتنے لوگ پیدا ہوں گے وہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے، گناہ بھی نہیں کئے، ان کے پیدا ہونے سے پہلے، گناہوں کا پیشگی تصور کر کے ان کو گنہگار مان کر کیا کسی کو سولی پر چڑھایا جاسکتا ہے؟ کیا دنیا کی کوئی عدالت انسان کے غلطی کرنے سے پہلے ہی کسی کو دوسرے انسانوں کی خیالی غلطی کا تصور کر کے معاف کرنے کیلئے سولی پر چڑھا سکتی ہے؟ یہ بات بھی عقل میں نہیں آتی، ہاں اگر تمام انسانوں کے پیدا ہو جانے کے بعد آخر میں یہ بات کہی جاتی تو کچھ مانا

جا سکتا تھا، یہ بیچ میں پیدا کر کے ایسا عقیدہ دینا اور ایسے عقیدہ کو ماننے پر نجات کا دارومدار بتلانا کیا یہ بات صحیح ہو سکتی ہے؟ یہ تو صرف انسان کا بنایا ہوا عقیدہ ہے جو صحیح نہیں، اس عقیدہ سے انسان اعمال صالحہ سے دور ہو جاتا ہے اور خدا کے پاس جواب دینے کا احساس ہی نہیں رکھتا۔

اسی طرح ان میں بعض لوگ دنیا ہی میں جنت کا ٹکٹ فروخت کرتے ہیں اور بہت سارے نادان لوگ بیوقوف بن کر جنت کی زمین خریدتے ہیں گویا ان کے پاس دنیا کے پلاٹ کی طرح جنت کے پلاٹ بھی فروخت ہوتے ہیں، بھلا جس انسان کے پاس جنت کا ٹکٹ ہو تو اب اس کو دنیا میں نیک اعمال کرنے کی فکر ہی نہیں ہوگی، وہ بے فکری کے ساتھ جواب دہی کے احساس کے بغیر دنیا میں زندگی گذارے گا اور اس کو بھی توبہ کرنے کی فکر ہی نہیں ہوگی، وہ نیکی اور بدی کے تصور کے بغیر زندگی گذارے گا، اس کے نزدیک جنت، نیک اعمال کے بجائے پیسے سے خریدی جاتی ہے۔

اسی طرح بہت سے لوگ ہفتہ بھر گناہ کر کے پادریوں کے پاس جا کر اپنے گناہوں کی تفصیل بتلاتے ہیں، پادری لوگ ان کے گناہوں کی مقدار کے حساب سے ان سے پیسہ لیکر خدا کے نمائندہ بن کر ان کے گناہوں کی معافی کا اعلان کرتے ہیں، ایسے لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ پادری لوگ خدا کے خاص بندے ہیں ان کو خدا نے اختیار دیا ہے گناہوں کے معاف کرنے کا، تو یہ لوگ خدا کی طرف سے ان کے گناہ معاف کر دیتے ہیں، پادریوں کے اس رویہ کی وجہ سے لوگوں میں گناہ کی ہمت بڑھ جاتی ہے اور لوگ خدا کے پاس جواب دینے اور پکڑے جانے کا احساس ہی نہیں رکھیں گے اور نہ کبھی خدا سے رجوع ہو کر توبہ کریں گے، یہ سراسر گمراہی ہے، انسانوں کو دھوکہ دینا ہے۔

بزرگوں کے وسیلے سے نجات پانے کا تصور!

یہودی جو بنی اسرائیل میں سے ہونے کی وجہ سے بہت سے جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام کی نسل اور خاندانوں سے تعلق اور حسب نسب رکھتے ہیں، ان کے بگاڑ کی ایک

بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کے عقیدۂ آخرت میں خرابی پیدا ہوگئی تھی اور وہ آسمانی تعلیمات کے خلاف آخرت کا تصور پیدا کر لئے تھے، ان کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی اولاد ہیں اور بڑے بڑے ولیوں اور بزرگوں سے نسبت، تعلق رکھتے ہیں، اس لئے ان کا حشر بھی نبیوں ولیوں اور بزرگوں کے ساتھ ہی ہوگا، ان کے اعمال میں جو کمی ہوگی وہ بزرگوں کے اعمال کی زیادتی سے پوری ہوجائے گی، دوزخ کی آگ ان پر حرام ہے، دوزخ ان کے لئے نہیں، غیر یہودیوں کے لئے ہے، اصل جنت کے حقدار وہی ہیں، اگر جہنم میں گئے بھی تو بہت جلد نکال لئے جائیں گے، ان کے بزرگ اور بڑے خدا کے پاس سفارش کر کے ان کی مدد کریں گے اور بچالیں گے، اس لئے کہ وہ خدا کے چہیتے اور مقرب بندے ہیں، قرآن مجید نے یہودیوں کے ان خیالات پر سند مانگی، وہ خیالی گھوڑے دوڑا کر جنت کا خواب دیکھتے ہیں اور ساری دنیا کے دوسرے انسانوں کو جہنمی، گنہگار سمجھتے ہیں اور خود کو پاکباز اور جنتی تصور کرتے ہیں، ان کے پاس اللہ کے احکام اور اطاعت خداوندی کی کوئی اہمیت وقدر رہی نہیں، وہ دنیا میں ہمیشہ فساد پھیلاتے اور انسانوں کو اپنی مکاریوں، چالبازیوں سے لڑاتے اور بڑے بڑے گناہوں کو عام کرتے ہیں، چنانچہ سود کو انہوں نے ہی دنیا کے ہر شعبہ میں عام کیا ہے۔

انہی کی طرح خاندانی، نسلی، بے شعور مسلمان بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے کی وجہ سے دوزخ میں نہیں جائیں گے، جنت انہی کے لئے ہے، ہر کلمہ گو کے لئے جنت ریزرو ہے، وہ آخرت کی زندگی کو دنیا کی زندگی کی طرح سمجھتے ہیں، جس طرح دنیا کی زندگی میں ایک انسان دوسرے انسان کی مدد کرتا، اس کی مصیبتوں کو اپنے ذمہ لے لیتا، اس کا سہارا بنتا ہے یا اقتدار اور تعلقات ہوں تو سفارش بھی کرتا ہے یا خاندانی، نسلی تعلقات کی بنیاد پر چھڑا بھی لیتا ہے، بالکل اسی طرح ان کے مرشد، ولی، پیر، بزرگ، رشتہ دار، تعلقات، حسب نسب کی وجہ سے خدا کے دربار سے چھڑالیں گے، ان کو بچالیں گے، ان کی سفارش کر کے بَری کرالیں گے، بس کسی بزرگ اور اللہ والے کا دامن تھام لیا جائے، نجات حاصل کرنے کے لئے ان کے ہاتھ پر رسمی بیعت کر لی جائے تا کہ ان کے

مریدوں اور چاہنے والوں میں نام شمار ہو جائے۔

یہ لوگ بس بزرگان دین کے صدقہ میں جنت میں جانے کا عقیدہ رکھتے ہیں، چاہے ان کے اعمال اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے کتنے ہی خلاف ہوں، ان کے نزدیک یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ آخرت میں جزا اور سزا کا فیصلہ عقیدہ و اعمال کی اچھائی اور خرابی کے بجائے تعلقات، حسب ونسب، سفارش اور شفاعت پر ہوگا، چنانچہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد اسی عقیدہ کی وجہ سے درگاہوں اور گذرے ہوئے ولیوں کی مزاروں پر ہر سال پابندی کے ساتھ جا جا کر اپنی عقیدت اور تعلق کا اظہار کرتی ہے اور والہانہ انداز میں ان کی مزاروں کو چمٹتی اوران کی قبروں کو سجدے کرتی ہے، ان کی قبروں کے مجاوروں اور سلسلہ اور خاندان کے لوگوں کو چاہے وہ فاسق و فاجر اور بدعقیدہ ہی کیوں نہ ہوں، ان کے ہاتھ پیر چومتی اور ان کو نذارنے دیتی ہے اور اعمال صالحہ اختیار کرنے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وسنتوں کو اختیار کرنے کی فکر ہی نہیں رکھتی، یہ مجاور کھلم کھلا فرائض اور واجبات کو ترک کرتے اور دین کی شکل کو بگاڑتے ہیں، مگر پھر بھی مسلمان ان کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں، ایسے لوگ خود گندہ عقیدہ، شرکیہ عقیدہ اور شرکیہ اعمال میں مبتلا ہوکر بھی قرآن وسنت پر چلنے والوں کو بے دین، گمراہ اور جہنمی سمجھتے ہیں، وہ اپنے سوا دوسرے تمام مسلمانوں کو گنہگار، گمراہ اور جہنمی سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک جہنمی ہونے کی وجہ گذرے ہوئے بزرگوں سے تعلق نہ رکھنا اور ان کے سلسلہ کے پیروں سے تعلق پیدا نہ کرنا ہے، حالانکہ ان کو خود توحید اور شرک کا فرق ہی معلوم نہیں رہتا، وہ ہمیشہ مشرکانہ اعمال کر کے بھی اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں۔

اسی بزرگ پرستی کے جنون میں مسلمان کئی فرقوں میں بٹ چکے ہیں اور انہوں نے دین کو بھی قوموں، ملکوں اور نسلوں کی طرح بانٹ دیا ہے، قرآن وحدیث کو صحیح سلامت رکھتے ہوئے اپنے اپنے پیشوا، مرشدوں اور بڑوں کی ترغیبات پر طرح طرح کی رسموں اور طریقوں میں بانٹ کر ان کی شکلیں ہی قرآن وحدیث سے ہٹ کی بنا ڈالی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین صحابہؓ کو سکھایا تھا اور جو دین قرآن وحدیث میں ہے اس سے ہٹ کر ہر

فرقہ، گروپ اور علاقہ کے لوگ اپنا اپنا دین کلمہ پڑھتے ہوئے اسلام ہی کے نام پر علٰحدہ علحدہ بنالیا ہے جس کی وجہ سے اسلام کتابی شکل میں کچھ ہے اور مسلمانوں کے فرقوں اور گروہوں میں کچھ ہے، چنانچہ ان فرقوں نے انسانوں کی نجات اور کامیابی کی راہ کو خالص ایمان اور عمل پر نہیں رکھا بلکہ سارا دارمدار اس بات پر آ کر ٹھہر گیا ہے کہ کون کس جتّھے اور گروہ کا ہے؟ سب ایک دوسرے کو گمراہ اور جہنمی سمجھتے ہیں اور تصور رکھتے ہیں کہ ان کی گروہ میں اگر کوئی داخل ہے تو وہ نجات پانے والا ہے اور دین کی سچائی اور حقیقت اُسے ہی مل کر رہے گی، جو ان کے جتّھے، گروہ اور فرقہ سے الگ ہے اس کے لئے کامیابی کا دروازہ بند ہے، گویا دین کی سچائی قرآن اور حدیث پر نہیں آخرت کی نجات کا معیار حق و باطل سے ہٹ کر گروہ بندی، جماعت پرستی اور فرقوں پر ہے، صحیح عقیدہ اور صحیح عمل چاہے وہ کسی جماعت، کسی گروہ اور کسی فرقہ کے فرد کا ہو تو کوئی چیز ہی نہیں، ہر گروہ کہتا اور سمجھتا ہے کہ سچائی اُسی کے پاس ہے، اس پر وہ مطمئن بھی ہوتا ہے، بعض تو دوسرے مسلمانوں کو کافر اور مشرک بھی کہنے سے پرہیز نہیں کرتے، حالانکہ قرآن وحدیث نے کھلے طور پر یہ تعلیم دی ہے کہ کامیابی اور ناکامی کا پورا دارومدار صحیح ایمان و اعمال پر ہے نہ کہ کسی خاص گروہ بندی پر، یہودی اور عیسائیوں نے بھی ایک خاص طرح کی نسلی اور جماعتی گروہ بنایا، یہودیوں نے اپنی گروہ بندی اور فرقہ کا نام یہودیت رکھا اور سمجھا کہ جو ان کے دائرہ کے اندر ہے وہ سچائی پر ہے اور اُسی کے لئے نجات ہے، جو اس سے باہر ہے وہ باطل اور گمراہ ہے اور اس کے لئے نجات نہیں، اسی طرح عیسائیوں نے بھی ایک دائرہ کھینچا اور اس کا نام مسیحیت رکھ لیا اور تصور کیا کہ جو اس میں داخل ہے اس کی نجات ہے اور جو اس دائرہ سے باہر ہے اس کا سچائی میں کوئی حصہ نہیں اور وہ نجات سے محروم ہے، قرآن مجید سورۂ بقرہ رکوع نمبر:۱۴؍ میں ان کے نظریات اور گروہ بندی کو پیش کر کے کہتا ہے کہ یہودی کہتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں اور نصاریٰ گمراہی پر، نصاریٰ کہتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں اور یہودی گمراہی پر، حالانکہ دونوں کے پاس کتاب الٰہی ہے، اس کے برعکس مکہ کے مشرک کتاب سے دور ہونے کے باوجود اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں۔

اس طرح مسلمان بھی فرقوں اور گروہوں میں بٹنے کے بعد یہودیوں کی طرح بڑی بڑی بدکاریوں میں مبتلا ہوتے جارہے ہیں، زبان سے رسولؐ کی صرف محبت کا دعویٰ کرتے مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال سے محبت نہیں کرتے، بس خیالی جنت میں جیتے ہیں، ان کی حالت اور کیفیت ان انسانوں کی طرح ہوتی ہے جن کو دنیا کے وزیراعظم، صدر، منسٹرس اور وزیروں یا کمشنر اور بڑے بڑے عہدیداروں سے دوستی، تعلقات یا رشتہ داری ہو تو وہ نڈر، بے بیاک، بے خوف ہو کر زندگی گذارتا ہے، حکومت کے قانون و احکام کی پرواہ نہیں کرتا اور غیر قانونی اور دادا گیری اور آوارہ گردی کے کام کرتا ہوا زندگی گذارتا ہے، ایسے انسانوں کو یہ احساس ہوتا ہے کہ حکومت کے قانون کی گرفت اور سختی ان کے لئے نہیں، دوسری عوام کے لئے ہے، وہ اگر پکڑے بھی جائیں گے تو ان کے اثر ورسوخ والے فوراً ان کو چھڑا لیں گے، اگر اس طرح کا عقیدہ آخرت کے تعلق سے انسانوں میں پیدا ہو جائے تو وہ کبھی اللہ تعالیٰ کا ڈر خوف رکھ کر زندگی نہیں گذارتے اور نہ سزا اور عذاب کا تصور رکھتے، ان کی زندگی مذہبی اعتبار سے آوارہ، ناپاک اور بدکار زندگی ہوگی، وہ بہت کم اعمال صالحہ سے محبت کریں گے، برائے نام اللہ ورسول کا نام لیں گے، ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، چنانچہ آج یہودیوں اور مسلمانوں کی بڑی تعداد جو بزرگوں کے وسیلہ سے اور گروہ بندی کے عقیدہ میں جہنم سے بچ کر جنت میں جانے کا عقیدہ رکھتی ہے وہ آخرت کو بالکل بھولے ہوئے ہیں اور اللہ کے ہر حکم کے خلاف چل کر زندگی گذار رہے ہیں، اس قسم کے عقیدہ کی وجہ سے انسانوں میں آخرت کا ڈر خوف نکل جاتا ہے اور وہ برائے نام رسمی انداز پر آخرت کو مانتے ہیں، ان کے پاس قرآن و حدیث کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہوتی، وہ بدترین جرائم کا ارتکاب کر کے جہنم کے لئے تیار ہوتے رہتے ہیں، گناہوں سے نہیں گھبراتے اور کھلم کھلا حق کی مخالفت کرنے میں بھی نہیں گھبراتے، ایسے لوگ اپنے نفس کے دھوکے اور شیطان کے فریب میں مبتلا رہتے ہیں، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے طور پر خاندان، حسب ونسب پر امید رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان، اپنی

اولاد اور رشتہ داروں کے بارے میں فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ تم اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ! کیونکہ میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے کسی نفع ونقصان کا مالک نہیں، اے محمد کی بیٹی فاطمہ! تم اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ کیونکہ میں تمہارے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں، بیشک مجھ سے تمہاری قرابت ہے، میں عنقریب اس کا حق ادا کردوں گا۔

قرآن نے مشرکوں اور کافروں کو بار بار آخرت میں سفارش اور شفاعت کی امید اور آس رکھنے سے منع فرمایا، وہاں اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کی جاسکتی، وہاں تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لئے سفارش کرنے کی اجازت دے گا، جو دنیا میں صحیح ایمان رکھتے تھے اور زندگی بھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کے لئے تڑپتے تھے، مگر دنیا کے غلبے اور شیطان کے بہکاوے کی وجہ سے کچھ گناہ کر بیٹھے، مگر آج مسلمانوں کا عقیدہ بھی یہود و نصاریٰ جیسا ہے جو بالکل غیر قرآنی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ہٹ کر ہے۔

اس قسم کے عقیدہ کے تعلق سے یہ بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ دنیا کی زندگی میں انسان اسی عدالت، منصف، جج اور حاکم کو عدل و انصاف اور رحم کرنے والا اور صحیح سمجھتا ہے جو رشوت نہ لیتا ہو جو طرفداری اور تعصب نہ کرتا ہو، جو سفارش قبول نہیں کرتا جو خاندان، حسب ونسب کو دیکھ کر انصاف نہ کرتا اور فیصلے نہ دیتا ہو، اس کے برعکس ہر اس عدالت اور منصف و حاکم کے فیصلے کو بیکار، غلط، ظلم و ناانصافی سمجھتا ہے، جو سفارش، رشوت اور طرفداری وتعصب اور خاندان، حسب ونسب کی بنیاد پر فیصلے کرتا ہے۔

مگر اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کر دیا کہ اس کی عدالت اس کا فیصلہ تو خالص انصاف کی بنیاد پر ہوگا، وہ رتی برابر کسی کے ساتھ ناانصافی اور ظلم نہیں کرے گا، وہ اگر کسی کو سزا بھی دیتا ہے، جہنم رسید بھی کرتا ہے تو یہ عین اس کی رحمت ہی کا تقاضا ہے کہ اس نے دنیا کی زندگی میں جو انسان اپنے لئے کمایا وہی کچھ وہ دیتا ہے جس کی تیاری کی تھی، جو کچھ آخرت میں بھیجا تھا وہاں وہی دیتا ہے۔

وہاں تو پیغمبر بھی یہ کہیں گے کہ ''اے اللہ! آپ ان کو سزا دیں تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر انہیں معاف کر دیں تو تو طاقت وقوت اور قدرت وحکمت والا ہے، قیامت کے دن حکم

صرف اللہ تعالیٰ کی چلے گا، پیغمبر اور ولی بھی کسی مشرک اور دوزخی کو جنتی نہیں بنا سکیں گے۔

سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور ڈرو اس دن سے جب کوئی کسی کے ذرہ برابر کام نہ آئے گا، نہ کسی کی طرف سے سفارش قبول ہوگی نہ کسی کو فدیہ لیکر چھوڑا جائے گا''۔

بار بار جنم لینے کا عقیدہ

ہندومت برصغیر کا ایک بہت بڑا مذہب ہے، ان کے پاس آواگون کا عقیدہ ہے، اس عقیدہ کے مطابق انسان موت کے ساتھ ہی فنا نہیں ہو جاتا بلکہ جسم تبدیل کر کے بار بار جنم لیتا ہے۔

آج کل اکثر لوگ بہت ساری چیزوں کو عقلی بنیاد پر مانتے ہیں، اس لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ تمام مذاہب کے عقیدوں کو بھی عقلی اعتبار سے سمجھایا جائے اور یہ بھی اچھی طرح یاد رکھئے کہ سچائی اور حق کو ماننے میں قلت و کثرت معیار نہیں بلکہ سچائی کو دلیلوں کی بنیادی اصولوں پر مانا جاتا ہے، تمام مذاہب کی تعلیمات میں ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ کونسی تعلیمات دلیلوں کے ساتھ عقل اور فطرت کے مطابق دی جارہی ہیں اور اس کے نمونے اور ماڈل سمجھائے گئے ہوں اور ان سے کتنا یقین پیدا ہوتا ہے؟ اور کونسی تعلیمات عقل وفطرت سے دور اور دلیلوں سے خالی ہیں؟ آواگون کے عقیدہ کے بھی بہت سے کمزور پہلو ہیں جو عقل وفہم ہی میں نہیں آسکتے جن کی کوئی دلیل نہیں دی جاسکتی۔

عقیدۂ آواگون کے مطابق جزا اور سزا جو کچھ بھی ہے وہ اسی دنیا میں ہے، ارواح بار بار جسم بدل بدل کر آتیں اور پچھلے اعمال کے نتائج بھگتتی ہیں، اس عقیدہ سے خدا کے پاس پکڑ اور جواب دینے کا تصور ہی پیدا نہیں ہوتا جس کی وجہ سے انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر حساب دینے کا تصور قائم ہی نہیں کرتا۔

اس عقیدہ کے مطابق انسان مرنے کے بعد اچھا اور نیک ہو تو ترقی کر کے اونچے درجات مثلاً دیوی دیوتاؤں میں چلا جاتا ہے اور بد اور گنہگار رہو تو نچلے طبقوں کے جسموں میں

آتا ہے، مثلاً نباتات، حیوانات، درخت، پودے، کتا، بلی، سانپ، گائے، بیل، بھینس وغیرہ، اپنی برائی کی سزا بھگتنے کے لئے بار بار درخت اور جانوروں کے جسموں میں آتا رہتا ہے، گناہ زیادہ ہوں تو مرنے کے بعد کچھ دن یم لوک یعنی جہاں دوزخ ہے رہتا ہے، وہاں سزا بھگتنے کے بعد پھر چندر لوک (چاند کی دنیا) میں آتا ہے، پھر وہاں سے ہوا، پانی اور بادلوں کے ذریعہ حیوانات یا نباتات کے جسموں میں آتا اور سزا پاتا ہے، پھر اچھے کام کرنے پر انسان کے روپ میں آتا ہے، پھر کچھ غلط کام ہوں تو دوبارہ انسان سے نباتات اور حیوانات کے جسموں میں آتا ہے، اس طرح وہ کئی جنم لیکر اپنی سزا بھگتتا رہتا ہے۔

اس عقیدہ پر غور کیا جائے تو اس آواگون کے چکر سے نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ اس مادّی شہوت، نفسانی خواہشات والی دنیا کو چھوڑ کر بیوی بچوں، زراعت، تجارت، نوکری، کاروبار چھوڑ کر دنیا سے الگ ہو کر سنیاس لے لیں اور کسی جنگل یا پہاڑ اور غار میں جا کر بسیرا کریں تب ہی انسان گناہ سے محفوظ رہ سکتا ہے، مگر ایسا اگر انسان عملی دنیا کو چھوڑ دے تو پھر زراعت، نوکری، دکانداری، شادی بیاہ، تعلیم وتربیت کون کرے گا؟ دنیا سے اچھائی بھی ختم ہو جائے گی، بس انسان ایک جگہ بیٹھ کر تپسیّا کرلے، گیان میں بیٹھا رہے، پتے، پھل پھلاری کھالے اور گناہ سے دور رہے تب ہی آواگون کا چکر چھوٹ سکتا ہے جو انسانی فطرت اور عقل کے خلاف بات ہے۔

سائنس کی تحقیق ہے کہ زمین پر سب سے پہلے نباتات پیدا ہوئیں، پھر جانور پیدا کئے گئے، اس کے کروڑوں سال بعد انسان کی پیدائش ہوئی، تو ذرا غور کیجئے اور سوچئے کہ جب انسان دنیا میں تھا ہی نہیں تو بُرائی کی سزا بھگتنے کے لئے درخت اور جانور کیسے بن گیا؟ یہ بات غلط ہے کہ وہ گناہوں کی سزا بھگتنے کے لئے بار بار مختلف چیزوں کی شکلوں میں پیدا ہوتا ہے۔

آواگون کے اس عقیدہ میں جب انسان کو سزا کا احساس ہی نہ ہو کہ اس کے جرم کی وجہ سے سزا دی جارہی ہے، تو وہ سزا کیسے کہلائے گی؟ ذرا غور کیجئے!

اگر فرض کیجئے کہ وہ بار بار مختلف جانوروں اور نباتات کی شکل میں پیدا ہو رہا ہے تو پھر ہر زمانہ میں زندہ انسان جو انڈے، دودھ، گوشت، ترکاریاں، پھل پھلاری، اناج، غلہ،

میوے کھاتے ہیں تو کیا یہ سب گنہگار انسانوں کا پراڈکٹ ہے؟ اگر ایسا ہے تو ہمیں چاول، گیہوں، ترکاریاں، میوے، انڈے، دودھ، گوشت نہیں کھانا چاہئے۔

اسی طرح دنیا میں کوئی بھی بچہ کسی مذہب والے کا کیوں نہ ہو جب پیدا ہوتا ہے تو کوئی بھی اُسے گنہگار نہیں مانتا اور نہ گنہگار کہتا ہے، سب کے سب معصوم، پاک و صاف اور خوبصورت ہوتے اور نظر آتے ہیں، جب بڑے ہوتے ہیں تو شرک، کفر اور شراب، زنا، قتل، جوا، ظلم و زیادتی کی وجہ سے خود ان کے چہرے بتلاتے ہیں کہ یہ نیک اور سچے انسانوں کا چہرہ نہیں ہے، کسی کی آنکھوں میں خون کے ڈورے اور کسی کے چہرے ڈراونی، سخت ظالموں جیسے بن جاتے ہیں، زانی اور شرابیوں کے چہرے علٰحدہ پہچانے جاتے ہیں، دیکھنے والی آنکھیں ان کو پہچان لیتی ہیں، اس لئے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ انسان صرف دوبار ہی جنم لے گا، ایک دنیا میں، دوسرا قیامت کے دن حساب دینے کے لئے۔

اس عقیدہ سے یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ سب سے پہلا جنم لینے والا انسان پہلے کیا تھا اور وہ کہاں سے آیا؟ اگر یہ مانا جائے کہ انسان جس حال میں بھی آج ہے اور وہ پچھلے جنم کا بدلہ ہے تو پھر سب سے پہلے جنم میں وہ کیا اچھے یا برے اعمال کی وجہ سے زمین پر رکھا گیا تھا؟ جبکہ وہ پہلے جنم سے پہلے کوئی زندگی اچھے یا برے اعمال کی گذارا ہی نہیں۔

اسی طرح یہ بھی سوچئے کہ شروع دنیا سے بعض انسان ماں کے پیٹ ہی سے اندھے، بہرے، گونگے بھی پیدا ہوئے اور پیدا ہو رہے ہیں، بعض عقل سے خالی پاگل ہوتے ہیں یا پیدا ہونے کے بعد پاگل ہو جاتے ہیں، کچھ یتیم، بیوہ، معذور ہو جاتے ہیں، ایسے انسانوں کے بارے میں عقیدۂ آواگون کیا کہتا ہے؟ یہ کس قسم کے جرم کی وجہ سے انسانی حالت میں مصیبت میں مبتلا ہو گئے؟ انسان تو بنے مگر انسانی زندگی میں مشکلات سے دوچار کیوں ہو گئے؟ اگر وہ اچھے کرموں کی وجہ سے انسان بنے ہیں تو پھر مشکلات میں مبتلا کیوں ہو گئے؟ انسانوں میں بعض پست قد اور بونے، بعض بیمار، کمزور، جذامی، ایڈس کے مریض یہ سب کس پاپ کے نتیجہ میں وہ انسانی شکل میں مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں؟ کیا اس کا کوئی جواب

عقیدۂ آوا گون میں ہے؟ جب وہ اچھے کرموں سے انسان بنے ہیں تو اچھے ہی رہنا چاہئے، مصیبت میں کیوں ہیں؟ اس عقیدہ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایک انسان جو اس جنم میں انسان ہے پچھلے جنم میں جب وہ جانور تھا تو اس نے اچھے عمل کئے تھے، مثلاً نیک سانپ تھا، اس لئے اونچے درجہ میں آ کر انسان بن گیا، اب اگر وہ گناہ کرے تو پھر نچلے طبقے میں جا کر دوبارہ کتا، بلی بن جائے گا۔

جو اس وقت جانور ہے وہ اس لئے جانور ہو گیا کہ پچھلے جنم میں جب وہ انسان تھا اس نے بُرے اعمال کئے تھے، اب وہ اچھے اعمال کرے گا تو پھر انسان بن جائے گا، دوسرے معنی میں انسان حیوان اور نباتات، جھاڑ، پودے ہونا یہ سب دراصل پچھلے جنم کے اعمال کا نتیجہ ہے، اگر اس نظریہ کو عقل کی کسوٹی پر سمجھا جائے تو اس کی ابتداء اور انجام ہی سمجھ میں نہیں آتا، یعنی انسان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے حیوان اور نباتات ہو اور حیوان اور نباتات ہونے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے انسان ہو۔

اگر دنیا میں جتنے کیڑے مکوڑے، چیونٹی، مچھر، مکھیاں، چرند پرند، چوپائے، درندے، تمام اقسام کے درخت، پودے، بیلیں، ہریالی کا حساب لگائیں گے تو وہ انسانوں سے ہزاروں گنا زیادہ معلوم ہوں گے، جبکہ انسانوں کی آبادی پہلے نہ ان کے برابر تھی اور نہ اب ہے، پھر وہ اتنے زیادہ کیسے ہو گئے؟

آوا گون کا عقیدہ ہندو دھرم میں ہے، جبکہ دنیا میں مسلمان، یہود و نصاریٰ، کمیونسٹ، دہریئے، سب ہی رہتے ہیں، وہ آوا گون کے عقیدہ کو نہیں مانتے تو یہ لوگ انسانی روپ میں آ کر کیوں اس عقیدہ کے خلاف زندگی گذار رہے ہیں؟ ان کو اور ان کی نسلوں کو تو صرف جھاڑ، پہاڑ، پودے اور نباتات و حیوانات ہی بنتے رہنا چاہئے تھا اور آوا گون کے عقیدہ والے ہر جنم میں دوسرے انسانوں سے زیادہ عیش و آرام میں ہونا چاہئے، بہر حال یہ بات عقل میں آنے والی نہیں۔

ذرا یہ بھی سوچئے کہ نیک اور بد اعمال کا لزوم تو ان اعمال پر ہوگا جو سوچ سمجھ کر ارادے

کے ساتھ کئے جائیں، اس لحاظ سے انسانوں کے اعمال تو نیک و بد ہو سکتے ہیں مگر نباتات و حیوانات تو عقل وشعور سے خالی ہوتے ہیں، نباتات تو کوئی حرکت والے اعمال ہی نہیں کرتے، اور حیوانات کے اعمال پر نیکی اور بدی کا لزوم کیسے لگایا جا سکتا ہے جبکہ نہ وہ نیکی کرتے ہیں نہ برائی؟ ہم کسی بکری کو نہ گنہگار کہہ سکتے ہیں اور نہ کسی شیر کو نیک، دنیا میں کوئی شیر کسی جانور کو ختم کر دے تو دنیا کی کوئی حکومت اس پر مقدمہ ڈال کر سزا نہیں دیتی، مگر آواگون کے عقیدہ میں وہ نیک اور بد کیسے بن جاتے ہیں؟

پھر اگر یہ تصور کیا جائے کہ انسان اپنے گناہ کی وجہ سے حیوان کے جسم میں جنم لے رہا ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ حیوان بنتے ہی اس کی عقل وفہم ختم ہوگئی اور اس کی بات کرنے، سمجھنے، غور وفکر، نیکی و بدی کی تمیز سب کچھ ختم ہوگئی اور اگر وہ نباتات کا روپ لے رہا ہے تو اس کی حرکتِ ارادی بھی ختم ہوگئی، نباتات کے ذریعہ اس کو ایک دوسرا ہی جسم ملتا ہے جس میں آنکھ، ناک، ہاتھ، پیر، دل، دماغ اور شرمگاہ، کچھ بھی نہیں اور نباتات تو عقل وشعور سے بالکل خالی ہوتے ہیں اور نہ اپنی جگہ سے حرکت کر سکتے ہیں، پھر وہ نیک اور بد اعمال کیسے کریں گے؟

اگر انسان غور کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ وہ مختلف مراحل سے گذرتا ہوا آگے جا رہا ہے، وہ پہلے پھلوں، ترکاریوں، غلّہ واناج، ہوا، پانی کے ذرات سے منی بنا، پھر باپ دادا کی ریڑ کی ہڈی میں نسل در نسل منتقل ہوتا ہوا ماں کے پیٹ میں علقہ بنا، پھر وہاں سے آگے بڑھ کر ہڈی اور گوشت میں تبدیل ہوا، پھر ہڈی، خون، چمڑا بنا، پھر آگے بڑھ کر ڈیڑھ فٹ کا بچہ بنا، پھر بچہ بن کر دنیا میں پیدا ہوا، پھر آہستہ آہستہ ہر سال آگے بڑھتا ہوا تین، چار، پانچ اور چھ فٹ کا انسان بنا، غرض بچپن، جوانی سے بوڑھاپے میں آیا، اور وہ بوڑھاپے میں بوڑھا ہو کر دنیا چھوڑ کر چلا جاتا ہے، جب اس کی زندگی مختلف مراحل سے گذر کر ارتقاء پا رہی ہے تو وہ کہاں دنیا میں آواگون کے چکر میں گول پھر رہا ہے؟ جب اس کی زندگی مختلف مراحل سے گذرتی ہوئی چلی جا رہی ہے تو وہ موت کے ساتھ ہی نہ فنا ہوتا ہے اور نہ دنیا ہی میں چکر کاٹتا ہے، وہ تو دنیا سے آخرت کی طرف چلا جاتا ہے۔

اگر انسان کو گناہ کی وجہ سے دوسرا جنم لینا پڑے تو بار بار زندگی ملنے سے اور بار بار گناہ کرنے کی وجہ سے گناہ کی تعداد اور اس کی سزا کی میعاد بھی بڑھتی رہے گی، اس لئے کہ وہ بار بار کی زندگی سے نیک اور بد اعمال کرتا ہی رہے گا جس کی وجہ سے ختم نہ ہونے والا حساب اس پر آجائے گا اور اس کو اس کی نیکی کی جزا یا اس کے گناہ کی سزا کی وجہ سے طویل زندگی دینا پڑے گا، کیونکہ ۶۰/۷۰/یا ۸۰/سال کی زندگی میں اس کو مکمل اور پوری جزا یا سزا نہیں دی جاسکتی۔

اسی طرح یہ بھی سوچئے کہ اگر کوئی انسان جب کوئی اچھا یا برا عمل کر کے مرجاتا ہے تو اس کا وہ اچھا یا برا عمل مرتے ہی ختم نہیں ہوجاتا بلکہ اس کے عمل کے اثرات دنیا میں چلتے ہی رہتے ہیں، ایسی صورت میں کسی انسان کو مرتے ہی دوسرا جنم کتا، بلی کی شکل میں دے کر سزا دی جائے تو اس کو اس کی برائی کا پورا پورا بدلہ نہیں ملے گا، اس لئے کہ اس کے برے اعمال کے اثرات دنیا میں چلتے ہی رہیں گے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ کھاتا بند ہونے سے پہلے ہی حساب کیا جارہا ہے، وہ انصاف صحیح نہیں ہوگا بلکہ اس کو انصاف ہی نہیں کہا جاتا۔

آواگون وتناسخ کا یہ عقیدہ مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہے، اس عقیدہ کو علم اور عقل کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو اس کی ابتداء اور انجام سمجھ ہی میں نہیں آتا۔

آخرت کے تعلق سے یہ تمام باتیں گمراہی اور شیطانی دھوکہ کی ہیں، اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہیں، اسلام نے یہ تعلیم دی کہ انسان کو بار بار زندگی نہیں ملتی صرف ایک بار ملتی ہے، دنیا کے امتحان کی طرح اس کو بار بار موقع نہیں دیا جائے گا۔

اسلام کا عقیدۂ آخرت

دوسرے مذاہب کے مقابلے میں اسلام کا عقیدۂ آخرت ہی آسان سمجھ میں آنے والا اور عقل اور فطرت کے مطابق ہے، اسلام کہتا ہے کہ یہ دنیا کی زندگی انسانوں کے لئے اصل نہیں، یہاں اس کو صرف عمل کرنے کے لئے رکھا گیا ہے، یہ بات انسانوں کے ہر روز مرنے سے سمجھ میں آتی ہے کہ کوئی انسان اپنی مرضی سے مرنا نہیں چاہتا، مگر اس کو ایک نہ ایک دن اس

دنیا کو چھوڑنا پڑتا ہے، اس طرح انسانوں کے گروپ کے گروپ دنیا میں آ رہے ہیں اور پھر دنیا چھوڑ کر دنیا سے غائب ہو رہے ہیں۔

اسلام یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی اس زندگی کا نتیجہ ڈکلیر کرنے کے لئے ایک دن مقرر کر رکھا ہے، اس دن کو آخرت کہتے ہیں، دنیا کی اس زندگی سے کون کامیاب جا رہا ہے اور کون ناکام جا رہا ہے؟ یہ بھی آخرت ہی کے دن معلوم ہوگا، ہر انسان اپنی آخرت کے لئے اچھا یا برا سودا کر کے جا رہا ہے، جو غیب میں ہے چھپا کر رکھا گیا، یہ بات بھی آسانی سے سمجھ میں آتی ہے کہ نیک اور بد ایک ہی طرح مرتے ہیں مگر ان کا انجام چھپا ہوا ہے۔

پھر اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ آخرت کے قائم ہونے سے پہلے قیامت برپا ہوگی اور تمام چیزوں کو فنا کر دیا جائے گا، ایک انسان بھی باقی نہیں رہے گا اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ ایک بھی کلمہ گو باقی رہے گا، جب ایمان والے بالکل ختم ہو جائیں گے تو قیامت برپا ہوگی اور آخرت قائم ہو جائے گی، دنیا کے حالات یہ بتلا رہے ہیں کہ انسانوں میں سے ایمان ختم ہوتا جا رہا ہے اور دنیا کی چیزوں میں کچھ ایسے تغیرات آ رہے ہیں کہ سائنسداں خود بھی جو ایمان نہیں رکھتے دنیا میں پانی کی قلت، غذاؤں کی قلت، سورج کی روشنی کی کمی اور اس کے بجھنے، زلزلے طوفان آنے اور دنیا کے میٹھے پانی کے پہاڑ پگھلنے اور زمین کی سطح سمندر سے کم ہونے کی باتیں کر رہے ہیں اور دنیا کے لوگوں کو آنے والے خطرات سے واقف کروا رہے ہیں، جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے پیغمبروں نے قیامت کی جتنی نشانیاں بتلائیں وہ سب کچھ ہوتی آ رہی ہیں اور بہت سے آثار اور علامتیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہیں وہ سب رونما ہو رہی ہیں، احادیث میں صور پھونکنے کا تذکرہ آیا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے انسانی حکومتوں میں کوئی اہم اعلان یا ایمرجنسی کے حالات یا بادشاہی حکم سنانے یا جنگ کی اطلاع دینے کے لئے فوج کو اور لوگوں کو خاص قسم کا بگل بجا کر یا سیرن بجا کر خطرے کا اعلان کیا جاتا ہے، اس طرح حکومت الٰہیہ کی طرف سے دنیا کے ختم ہونے اور فنا ہونے، حساب کا دن شروع ہونے کا اعلان ہوگا۔

پھر اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ قیامت کے ساتھ ہی انسانوں کے عمل کرنے کا میدان اور انسانوں کے عمل کے اثرات بالکل ختم ہو جائیں گے، اس کے بعد حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ عدالت قائم کرے گا اور ہر انسان کی زندگی کا حساب لیا جائے گا، کامیاب انسانوں کو ان کے سیدھے ہاتھ میں رپورٹ دی جائے گی اور ناکام انسانوں کو ان کے بائیں ہاتھ میں رپورٹ دی جائے گی، پھر کامیاب لوگوں کا ٹھکانہ جنت رکھا گیا اور ناکام لوگوں کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، آخرت کے تعلق سے تمام پیغمبروں نے ہر زمانہ کے انسانوں کو یہی تعلیم دی اور اللہ تعالیٰ کے پاس پکڑ کا اور جوابدہی کا احساس دلایا اور جنت وجہنم کی نعمتوں اور عذابات کو سمجھایا، ہر زمانہ میں ان پر ایمان لانے والے آخرت کے تعلق سے یہی عقیدہ رکھے اور جس زمانہ میں بھی لوگوں نے آخرت کو اس طرح نہ مانا وہ کافر کہلائے گئے، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ نے بھی یہی تعلیم دی، مگر ان کے گذرنے کے بعد ان کی قوموں نے آہستہ آہستہ آسمانی تعلیمات کو بگاڑا اور اللہ، نبی، کتاب اور آخرت کے تعلق سے عجیب و غریب باتوں کا اضافہ کر کے آسمانی دین کی شکل ہی بگاڑ دئے۔

اسلام نے خاص طور پر یہ بھی تعلیم دی کہ خدا کی عدالت دنیا کی عدالتوں کی طرح نہیں ہوگی، جس طرح دنیا کی عدالتوں میں جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنایا جا سکتا ہے اور رشوت دے کر یا دھوکہ دے کر چھٹکارہ پایا جا سکتا ہے، وہاں یہ سب کچھ نہیں چل سکتا، وہ منصف تو ایسا منصف ہے کہ انسانوں کے کھلے چھپے کو جانتا اور انسانوں کی ابتداء سے انتہاء تک سے پوری طرح واقف ہے، اس کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا اور نہ کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی ہوگی، اس کی عدالت میں اس کی مرضی کے خلاف کوئی کسی مجرم کی سفارش نہیں کر سکتا، پیغمبروں، ولیوں اور بزرگوں کی بیٹا بیٹیاں، بیویاں بھی ہوں تو ان کو اپنے عمل کا حساب دینا ہوگا، نافرمانی اور بغاوت پر سزا بھی بھگتنا پڑے گا، آخرت میں قطعی یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ کون کس کس کی اور کس خاندان کی اولاد ہے؟ کون اعلیٰ خاندان کے اور کون ادنیٰ خاندان کے ہیں؟ کون دنیا میں بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کئے اور دنیا کے قابل ترین انسان بنے؟ کس نے دنیا کو حاصل

کرنے کے لئے کتنی محنت کی اور کتنا مال و دولت جمع کر کے سب سے زیادہ دولت مند بنا؟ بلکہ وہاں تو یہ پوچھا جائے گا کہ تم کو جو اختیار و آزادی دی گئی تھی تو کس نے اس آزادی و اختیار کا صحیح استعمال کیا اور کس نے غلط استعمال کر کے حق کو جھٹلایا اور نہ مانا؟ کس نے گناہ اور نافرمانی والی زندگی پسند کی اور کس نے نیکی اور فرمانبرداری کی زندگی کو اپنایا؟

اسلام نے یہ بھی تعلیم دی کہ آخرت کی سزائیں دنیا کی سزاؤں کی طرح معمولی نہیں جہاں پر مجرم کو عدالت جرمانہ لگا کر چھوڑ دیتی یا جیل میں بھی ان کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے آرام پہنچایا جاتا ہے، وہ تو بے عزتی اور ذلت کی جگہ ہوگی، آرام نام کو نہ ہوگا یا پھر دنیا کی طرح کسی کو وکیل جھوٹی وکالت اور جرح کر کے بچا لیتا ہے یا کوئی گواہوں یا ثبوت کو مٹا کر جھوٹی کاروائی کر کے بچ جاتا ہے یا حکومت کے کارندے اور پولیس خود اس مجرم سے رشوت کھا کر مدد کرتی ہے یا عدالت میں جھوٹے مقدمات بنا ڈالتی ہے یا جج خود فیصلہ دینے میں حقائق سے پوری طرح واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے غلط فیصلہ کر دیتا ہے اور قاتل کو باعزت بری کر دیتا ہے یا بڑے بڑے وزیروں سے اثر و رسوخ استعمال کر کے چھوٹ جاتا ہے، وہ بالکل اس طرح کی ناقص اور ناکارہ عدالت نہیں ہوگی، وہاں تو رتی برابر کی ناانصافی بھی نہیں ہوگی، وہ مکمل انصاف کی جگہ ہوگی، ہر ایک کو پورا پورا مکمل انصاف ملے گا، وہ ایسے شہنشاہ کی عدالت ہے جہاں نہ کسی کی سفارش چل سکتی ہے اور نہ خاندان، مال و دولت کی وجہ سے براءت مل سکتی ہے، خدا کے پاس گناہ کا کوئی بدلہ قبول نہیں کیا جائے گا، چھوٹے سے چھوٹے گناہ کے بدلہ زمین بھر سونا بھی دو تو کام نہیں آئے گا، معافی صرف ایک ہی صورت میں ہوسکتی ہے، وہ یہ کہ مرنے سے پہلے انسان اللہ تعالیٰ سے رجوع ہو کر توبہ کر لے اور حق و سچائی کو مان کر اسی کے مطابق زندگی گذارے۔

وہاں مجرم اور ناکام لوگ حقیقت کو جان کر سچائی دیکھ کر گذارش کریں گے کہ ان کو ایک مرتبہ دنیا میں پھر بھیج دیا جائے، وہ ضرور اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اس کی غلامی کریں گے، مگر ان کو دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجا جائے گا، دنیا کے امتحان کی طرح آخرت کا امتحان بار بار موقع دے کر

نہیں لیا جاتا، اس کی ایک حکمت و مصلحت یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ انسان کو اگر دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے تو حضرت آدم علیہ السلام کو پھر پیدا کرنا ہوگا، دنیا کو دارالاسباب بنا کر سورج، چاند، زمین، ہوا، پانی، درخت، پہاڑ، سمندر، جانور سب کو پیدا کرنا پڑے گا، پھر امتحان ہی کی خاطر اسباب سے اللہ تعالیٰ کو اپنی قدرت ظاہر کرنا پڑے گا اور انسان کو شرک، کفر، توحید کو قبول کرنے کا بھی اختیار وآزادی دینا پڑے گا، پھر ہر زمانہ میں مختلف نبیوں، رسولوں کو اور کتابوں اور صحیفوں کو بھی نازل کرنا پڑے گا، ظاہر بات ہے کہ انسان نے حشر کے میدان میں جو حق دیکھا ہے اس کو دماغ کی رگوں اور یادداشت سے دھندلا کرنا پڑے گا، پھر شر و خیر کا اختیار دینا پڑے گا، تب ہی امتحان لیا جاسکتا ہے، اللہ تعالیٰ بحیثیت خالق ہونے کے اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ کونسا انسان کیا کرے گا؟ وہ تمام شر پسند انسان دنیا میں آکر اپنے دماغ کی یادداشت میں کمی پاکر وہی برائی کو پسند کریں گے اور برائی کے پیچھے بھاگیں گے۔

اسلام کا یہ عقیدہ اتنا آسان اور فطرت کے عین مطابق ہے کہ انسان اس کو سمجھ سکتا ہے اور اس پر عمل کرسکتا ہے اور یہ انسان پر گرفت قائم کرتا ہے، اس کے برعکس دوسرے مذاہب کے عقیدوں کو سمجھنا بھی بہت مشکل ہے اور اس سے انسانوں کی زندگی میں کوئی اثر بھی پیدا نہیں ہوتا، اسلام اس عقیدہ کو دے کر انسانوں کی دنیوی زندگی کو پوری طرح کنٹرول اور قابو میں کرتا ہے تاکہ انسان دنیا میں صحیح فکر لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ اور عمدہ اخلاق وکردار مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـهِ کے ساتھ زندگی گذار سکے اور دنیا کو بھی جنت بنا سکے، انسانی تاریخ گواہ ہے کہ جب یہ عقیدہ صحیح اور آسمانی علم کے مطابق انسانوں کے اندر رہا، ہر زمانہ میں مثالی انسان بنے، چنانچہ اسی عقیدۂ آخرت اور اللہ کی محبت میں اصحاب اخدود نے دنیا کی آگ میں جلنا تو گوارا کیا مگر دوزخ کی آگ سے دور رہے، فرعون کے جادوگروں نے دنیا کی سزا اور مصیبت کو برداشت کرکے ایک ہاتھ اور ایک پیر تو کٹوانے کیلئے تیار ہوگئے مگر آخرت کی سزا کو گوارا نہ کیا، بنی اسرائیل نے اپنے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو فرعون کے ہاتھوں کٹوانا تو قبول کیا مگر حق کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہ کیا، پچھلے زمانوں میں لوگوں کو ایمان قبول کرنے پر آروں سے کھڑے قد سے دو

ٹکڑے کردیا جاتا یا ان کے جسموں کو لوہے کے تیز نوکیلے کیلوں سے نوچا جاتا اور ہڈیوں پر سے گوشت زندہ حالت میں نکالا جاتا، مگر ان لوگوں نے دنیا کی یہ سب سزائیں اور تکالیف محض اللہ کیلئے برداشت کر کے آخرت کی سزاؤں اور تکالیف سے بچ کر جنت حاصل کرنے کا سودا کیا، فرعون کی بیوی حضرت آسیہؓ کے ہاتھوں اور پیروں میں کیلے گاڑ کر اوپر سے چٹان گرا کر ختم کر دیا گیا مگر انہوں نے آخرت کی تکلیف کے مقابلہ دنیا کی عیش وعشرت کو گوارا نہ کیا۔

صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں بھی سب سے بڑا تغیر اور انقلاب اسی عقیدۂ آخرت کی وجہ سے آیا، وہ اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو اور کعبۃ اللہ کو ماننے کے باوجود اپنے آپ کو سدھار نہ سکے تھے، جب آخرت کی پکڑ اور جوابدہی کا تصور آیا تو ساری باتیں سمجھ میں آنے لگیں اور کانپ گئے، تھرّا گئے اور دنیا کا بڑے سے بڑا نقصان برداشت کرنے تیار ہو گئے اور اسی عقیدۂ آخرت کے پختہ اور مضبوط ہونے کی وجہ سے اپنی زندگیوں کو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے نمونہ اور ماڈل بنا گئے، اسی آخرت کی پکڑ اور جوابدہی کے احساس نے انہیں صرف زبان سے توبہ کے الفاظ ادا کرنے نہیں دیا بلکہ وہ زبان کے ساتھ ساتھ سنگسار ہونے کو پسند کیا جس کی مثال حضرت غامدیہؓ اور حضرت ماعز اسلمیؓ کی ہے، جنہوں نے سنگسار ہو کر ایسی توبہ کی جس کی نظیر دنیا کی دوسری کسی قوموں میں نہیں مل سکتی جس میں آخرت کے خوف کا زبردست یقین نظر آتا ہے۔

اسی طرح ایمان قبول کر لینے اور اللہ کی محبت میں اپنے تمام افراد خاندان کے ساتھ شہادت کا مرتبہ پانے والوں میں حضرت سمیہؓ ہیں جنہوں نے کھلے طور پر شرک وکفر سے انکار کیا اور حالت ایمان پر شہید ہونا گوارا کیا مگر دوزخ کی سزا اور جہنمی بن کر دنیا کی زندگی کے مزوں اور لذتوں کو حاصل کرنے تیار نہ ہوئیں، ابوجہل ظالم نے اس سے بڑھ کر اور کچھ نہ کر سکا کہ ان کی شرمگاہ میں نیزہ مار کر ختم کر دیا، اسی آخرت کے پختہ یقین اور کامیابی اور دیدار الٰہی کی محبت کے سبب ان کے شوہر یاسرؓ نے ایمان کی حالت میں موت کا جام پینا تو گوارا کیا مگر شرک وکفر پر بے عزتی اور ناپاک وناکامی والی دنیا کی زندگی کو ترجیح نہیں دی، انہوں نے اپنے دونوں

ہاتھوں اور دونوں پیروں کو چار سانڈوں سے بندھوا کر شہید ہونا گوارا کیا مگر آخرت کی سزا اور ناکامی کو اختیار کرنا پسند نہ کیا، چنانچہ ان کے دونوں ہاتھ اور پیروں کو چار سانڈوں سے باندھ کر چاروں طرف الگ الگ سمتوں میں بھگا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنے اور شرک وکفر کو اختیار کرنے پر مجبور کیا گیا مگر وہ اپنے جسم کے چار ٹکڑے ہونا اور دنیا کی تھوڑی دیر کی تکلیف کو برداشت کیا پھر بھی اس المناک اور اذیت آمیز موت سے نہیں گھبرائے۔

حضرت بلالؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کو مکہ کی گرم جلتی ہوئی ریت پر ننگے بدن لٹا کر انگاروں سے چرکے دئے جاتے اور گلیوں میں گھسیٹا جاتا، ان لوگوں نے دنیا کی یہ مار کھانا گوارا کیا اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت میں ان تکالیف اور سزاؤں کو آخرت کے جہنم والے عذاب اور سزاؤں سے بچنے کے لئے برداشت کرتے رہے، مگر اللہ احد بولنا نہ چھوڑا، کسی کو الٹا لٹکا کر نیچے سے آگ جلا کر دھونی دی جاتی، آگ کی تپش سے چربی نکل جاتی تھی، مگر وہ دنیا کی ساری تکالیف سہہ گئے، حضرت خبابؓ کے جسم کے انگلیوں کے پورے پورے کاٹے گئے مگر وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو چھوڑنے تیار نہیں ہوئے اور دنیا کی زندگی کے مقابلہ آخرت کا سودا کیا، وہ دنیا میں اپنے جسم کے ٹکڑے ہونا گوارا کیا اور دوزخ کی سزاؤں اور آخرت کی بربادی کو ترجیح نہ دی، بعض صحابہ کو گرم گرم کھولتے ہوئے تیل میں ڈال کر بھونا گیا مگر وہ دنیا کی خاطر آخرت کو برباد نہیں کئے۔

اسی طرح بہت سے صحابہؓ نے آخرت کا سودا کرنے اور آخرت کو بنانے کے لئے اپنی محنت کی حلال کمائی کو دین پھیلانے اور دین کی حفاظت کے لئے خرچ کر کے جنت خریدا، وہ لوگ آخرت ہی کی زندگی کی خاطر اپنے وطن کو اہل وعیال کو یہاں تک کہ پیغمبر کی قربت کو چھوڑ کر دنیا کے کونے کونے میں پہنچ کر دنیا کے دوسرے انسانوں کو جہالت اور گمراہی سے نکال کر ایمان دیا اور اللہ تعالیٰ کے پاس رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ کے خطاب سے سرفراز ہوئے، اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے بن گئے، انہوں نے دنیا کے عیش وآرام کے بجائے آخرت کے عیش وآرام کو ترجیح دی اور دنیا کی لذتوں اور عیش کے مقابلہ آخرت کی لذتوں اور

عیش وآرام کو قربان نہیں کیا، وہ صرف آخرت کو بنانے اور وہاں کی زندگی کو اصل زندگی سمجھتے ہوئے دنیا کو برباد کرلیا، دنیا کے اجڑنے کی پرواہ نہ کی اور دنیا کی لذتوں اور چمک دمک کے پیچھے نہیں بھاگے اور نہ دنیا پر رال ٹپکائی اور نہ دنیا کو حاصل کرنے اور دنیا بنانے کے لئے مرے اور نہ مٹے اور نہ اس کے لئے سخت محنت کی، ان کی ساری کوشش محنت اور جد و جہد صرف آخرت کے لئے ہوتی تھی، البتہ انہوں نے دنیا کے صرف اس حصہ کو لے لیا جس سے ان کو اس کے ذریعہ آخرت اور جنت مل سکتی تھی، آخرت سنور سکتی تھی اور دنیا کے اس حصہ کو ٹھکرا دیا جس سے ناکامی بربادی اور دوزخ ملنے کا اندیشہ تھا۔

صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کا اگر آپ جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں آخرت کا خیال اور فکر رکھ کر ہی زندگی گذارتے تھے، اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور اس کے پاس جوابدہی کا بہت خیال رکھتے تھے، ان کی شادی بیاہ، تجارت، ان کی دوستی و دشمنی، ان کے مال کمانے اور خرچ کرنے اور اہل وعیال کے ساتھ زندگی گذارنے اور ان کے تعلقات و معاملات اور ان کی حکومت، یہاں تک کہ ان کے کھانے پینے، کپڑے پہننے اور بچوں کی دیکھ بھال و تربیت، معاملات و معاشرت ہر ہر چیز میں جو چیز اور جو فکر سب سے زیادہ غلبہ رکھتی تھی وہ مالک یوم الدین اللہ تعالیٰ کے پاس جوابدہی اور پکڑ کا احساس تھا اور جہنم سے بچ کر جنت والے راستہ پر چلنے کی فکر تھی، وہ زندگی کے کسی شعبہ میں بھی اس خیال سے خالی نہیں ہوتے تھے، ان کے حالات زندگی پڑھنے سے آخرت ہی آخرت نظر آتی ہے، وہ دنیا کو استعمال کرتے وقت آخرت کا ہی خیال رکھ کر دنیا کی زندگی گذارتے تھے۔

موجودہ مسلمان اور صحابہؓ کی زندگیوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے!

موجودہ زمانہ کے اکثر مسلمان ایمان کا دعویٰ کرتے اور آخرت کو مانتے ہیں، مگر وہ عقیدہ اور اعمال میں صحابہؓ سے بہت الگ ہیں، اِن کی زندگی میں صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے اوقات میں ہی کچھ آخرت کی فکر نظر آتی ہے، وہ بے پردہ پھرتے وقت آخرت کو

بھولے ہوئے ہیں، شادی بیاہ کے وقت، جوڑے گھوڑے کی رقمیں اور سامان جہیز لیتے وقت آخرت کو بھولے ہوئے ہیں، جاہلانہ رسم و رواج کرتے وقت آخرت کو بھولے ہوئے ہیں، مال کماتے اور خرچ کرتے وقت ان کو آخرت یاد نہیں آتی، گفتگو کرتے وقت، فحش کلامی کرتے وقت ان کو آخرت کا عذاب یاد نہیں آتا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی جگہ یہود و نصاریٰ کے کلچر کے ساتھ زندگی گذارنے میں ان کو آخرت اور دوزخ یاد نہیں آتا، کپڑے پہن کر نیم برہنہ پھرتے وقت ان کو آخرت کا عذاب یاد نہیں آتا، ناچ، گانا بجانا کرتے وقت ان کو آخرت یاد نہیں آتی، ناجائز اور حرام طریقوں سے دعوتیں کھاتے اور کرتے وقت آخرت یاد نہیں آتی، حکومت چلاتے وقت آخرت یاد نہیں آتی، عدالت میں فیصلے کرتے وقت آخرت یاد نہیں آتی، تجارت اور نوکریوں میں آخرت یاد نہیں آتی، رشوت اور ناجائز مال کھاتے وقت آخرت یاد نہیں آتی، رشتہ داروں کے حقوق ادا کرتے وقت آخرت یاد نہیں آتی، لوگوں سے لین دین اور معاملات کرتے وقت آخرت یاد نہیں آتی، وہ آخرت کو صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی حد تک کسی قدر یاد کر لیتے ہیں، باقی زندگی کے تمام شعبوں میں آخرت کو بھولے ہوئے ہیں، آخرت کے برباد ہونے کی پرواہ ہی نہیں کرتے اور نہ آخرت کی تیاری کرتے ہیں، کیسے عجیب ہیں وہ لوگ جو آخرت کا عقیدہ رکھتے اور پھر آخرت کے خلاف عمل کرتے ہیں، اس کے برعکس صحابہ کرامؓ اور تابعین اور اللہ والوں کا حال بھی ذہن میں رکھئے:

☆ صحابہ کرامؓ نے ہمارے آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بوڑھاپے اور غم کی کیفیت دیکھ کر پوچھا کہ آپؐ پر یہ کیفیت کیسی؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ فرمایا کرتے کہ مجھے سورۂ ہود، سورۂ واقعہ و مرسلات اور عم یتسائلون، اذا الشمس کوّرت اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ (مشکوٰۃ)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی چٹائی پر سونے کی وجہ سے پیٹھ پر نشانات پڑ جانے پر صحابہؓ نے آپ کے لئے عمدہ بستر تیار کرنے کی اجازت چاہی تو آپؐ فرماتے میرے لئے دنیا کی مثال بس ایک مسافر جیسی ہے جو راہ چلتے چلتے ایک درخت کے نیچے سایہ لینے کے لئے بیٹھتا اور پھر چل دیتا ہے۔ (ترمذی، مسند احمد) آپؐ یہ بھی تاکید کرتے تھے کہ

حساب کے دن سے پہلے اپنا محاسبہ کرلیا کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں وہ چیز دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے، آسمان میں چرچراہٹ ہورہی ہے اور حق ہے کہ اس میں چرچراہٹ ہو، آسمان میں چار انگل جگہ بھی نہیں مگر ایک فرشتہ اپنی پیشانی جھکائے ہوئے اللہ کے لئے سجدہ میں پڑا ہوا ہے، خدا کی قسم اگر تم وہ باتیں جانو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو گے کم اور روؤ گے زیادہ، عورتوں میں تمہارے لئے لذت باقی نہ رہے گی، تم خدا کو پکارتے ہوئے میدانوں کی طرف نکل جاؤ گے۔ (ترمذی)

☆ آپؐ نے یہ بھی فرمایا تین چیزوں میں چھوٹ ہے: ضرورت کے بقدر کپڑا، روٹی اور چھوٹا سا گھر جس میں سردی گرمی سے حفاظت کا انتظام ہو۔

☆ ذرا غور کیجئے صحابہ کرامؓ کو آخرت کے حساب کا کتنا خیال تھا، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کچھ مشک آیا، آپؓ نے کسی سے اُسے تولنے کے لئے کہا تو آپ کی زوجہ نے کہا میں تول دیتی ہوں، آپ نے ان کو تولنے سے یہ کہتے ہوئے منع فرمادیا کہ اگر تم تولوگی تو ہاتھوں کو لگی ہوئی مشک، گردن یا جسم کے دوسرے حصوں کو لگے گی اور اس لحاظ سے مسلمانوں سے زیادہ مشک کا حصہ تمہارے حصہ میں آئے گا جس کی وجہ سے خوشبو بھی زیادہ لے لوگی، ذرا غور کیجئے انصاف کے ساتھ تقسیم کرنے کا کتنا خیال ہے، یہ صرف آخرت میں پکڑ کے احساس کی وجہ سے ہے۔

☆ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ رات کے وقت بیٹھ کر بیت المال کا حساب دیکھ رہے تھے اور خلافت کا کام کررہے تھے، حضرت علیؓ کسی خاص کام سے آئے اور آپؓ سے کچھ گفتگو کرنے کے بارے میں کہا، حضرت عمرؓ نے پوچھا ذاتی گفتگو ہے یا خلافت کے تعلق سے؟ تو حضرت علیؓ نے ذاتی گفتگو کرنے کی بات کہی، تو حضرت عمرؓ بیت المال کا چراغ بجھا کر اس روشنی میں گفتگو کرنا مناسب نہیں سمجھا اور باہر تشریف لائے، مسلمانوں کے مال کو اپنی ذاتی ضرورت پر خرچ نہ کرنے کی یہ فکر آخرت میں جوابدہی کی وجہ سے ہے۔

☆ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آخری وقت میں بی بی عائشہؓ کو بلا کر پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا؟ وہ بولیں: تین کپڑوں میں! حضرت ابوبکرؓ کے جسم پر

دو پھٹے پرانے کپڑے تھے، فرمایا: تو یہ دو کپڑے موجود ہیں، بس تیسرا بازار سے منگوا لینا، آپؓ کی صاحبزادیؓ نے عرض کیا: ابّا جان! ہم تینوں کپڑے نئے خرید سکتے ہیں، فرمایا: بیٹی! نئے کپڑوں کے مستحق مُردوں سے زیادہ زندہ ہیں، لہو اور پیپ کے لئے یہی کپڑے ٹھیک ہیں۔

☆ حضرت ابو بکرؓ صدیق نے غلام کے غلطی سے حرام لقمہ کھلانے پر حلق میں انگلیاں ڈال ڈال کر غذا نکالی اور اپنے پیٹ میں حرام لقمہ رہنے نہیں دیا اور اپنے جسم کو دوزخ کی آگ میں جلنے سے بچالیا۔

☆ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو حضرت عثمانؓ نے جج بنانا چاہا اور قضاءت کا عہدہ دینا چاہا، آپؓ نے یہ کہتے ہوئے انکار کیا کہ مجھ پر رحم کیجئے اور مجھے عافیت کے ساتھ زندگی گذارنے دیجئے، یہ صرف آخرت کی پکڑ اور جوابدہی کا احساس تھا کہ اگر انصاف صحیح نہ کر پائے تو اللہ تعالیٰ کے پاس پھنس جائیں گے، اس لئے آپؓ نے اس عہدہ پر آنا گوارا نہ کیا۔

☆ خلافت کے زمانہ میں امیر المومنین ہونے کے باوجود راتوں میں حضرت عمرؓ پورے شہر میں اکیلے پھرتے تھے اور لوگوں کے حالات پر نظر رکھتے اور ان کے مسائل کو حل کرنے میں مدد دیتے، ایک مرتبہ آپ نے دیکھا کہ ایک عورت کو زچگی کا وقت ہے مگر اس کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہے تو اپنی بیوی کو لیجا کر اس کی زچگی میں مدد فرمائی، ایک عورت اپنے بچوں کے ساتھ بھوکی تھی تو خود اکیلے بیت المال سے آٹے کا تھیلا اپنی پیٹھ پر لاد کر اس کو لیجا کر دیا، غلام نے تھیلا اٹھانے اصرار کیا تو کہا کہ تو میرا وزن کہاں اٹھا سکے گا؟ یہ سب محض اس لئے کیا کہ کل قیامت میں اللہ تعالیٰ کے پاس پوچھ اور پکڑ نہ ہو جائے کہ رعایا کے حقوق ادا نہ کرنے پر پکڑا نہ جاؤں۔

☆ حضرت عمرؓ بیت المقدس تشریف لے جا رہے ہیں، باری باری سے غلام کو بھی اونٹ پر بٹھاتے اور خود امیر المومنین ہوتے ہوئے رسی پکڑ کر اونٹ کو لیکر چلتے، اتفاق سے بیت المقدس کے قریب غلام کی باری اونٹ پر بیٹھنے کی آئی اور آپؓ کو رسی پکڑ کر چلنا تھا، پھر بھی آپؓ نے اپنے مرتبے و بے عزتی کا خیال تک نہ کیا، غلام نے اصرار کیا کہ آپ سوار ہو جایئے اور شہر میں داخل ہونے سے پہلے غلام نے ٹھاٹ باٹ کے کپڑے پہننے کی ترغیب دی مگر آپ جو کپڑے

جسم پر تھے انہی میں داخل ہوئے، غلام کے کہنے کے باوجود آپ نے سختی سے منع کیا اور کہا کہ ہمیں اللہ نے عزت کپڑوں سے نہیں بلکہ دین سے دی ہے، وہیں پر آپ نے اپنے دوسرے فوجی ساتھیوں کو چھوڑ کر مخصوص اور علٰحدہ غذا کھانے سے انکار کیا، امیر المومنین ہوتے ہوئے اپنے آپ کو عام انسانوں کی طرح سمجھ کر غرور و تکبر سے دور رہے اور مساوات انسانی کے ذریعہ اللہ کی عبدیت و بندگی کی، یہ سب آخرت میں جوابدہی کا احساس تھا جو ایک انسان کو اس طرح عمل کرنے پر مجبور کرتا ہے، ذرا غور کیجئے کہ صحابہؓ کی زندگیوں میں آخرت کا کتنا خیال ہے۔

☆ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں ایک مرتبہ سرکاری اونٹ گم ہوگئے، گرمیوں کا زمانہ تھا اور دوپہر کا وقت، اُن دنوں میں عرب کی دھوپ انتہائی تیز ہوتی ہے کہ جیسے آگ برس رہی ہو، جیسے ہی حضرت عمرؓ کو اونٹوں کے گم ہونے کی اطلاع ملی آپؓ فوراً سخت دھوپ میں ان کی تلاش کے لئے نکل کھڑے ہوئے، بڑی پریشانیوں کے بعد اونٹ ملے، آپؓ ان کو لیکر واپس ہو رہے تھے، دھوپ سے چہرہ سرخ ہوگیا تھا، تمام جسم پسینہ سے شرابور تھا، حضرت علیؓ نے آپؓ کو اس حال میں دیکھ کر وجہ پوچھی اور کہا: امیر المؤمنین! ملازموں کو اونٹ کی تلاش میں بھیج دیتے؟ آپ نے خود کیوں تکلیف کی؟ آپ نے جواب دیا: اے علی! قیامت کے روز تو اللہ تعالیٰ ملازموں سے نہیں مجھ سے جواب طلب فرمائے گا: کہ عمر! تو نے کیوں ایسی غفلت برتی کہ سرکاری اونٹ گم ہوگئے؟

☆ اسی طرح حضرت عمرؓ کی خوراک اتنی معمولی اور روکھی سوکھی ہوتی تھی کہ مہمان یا سفراء آتے تو ان کو آپ کے ساتھ کھانا کھانے میں تکلیف ہوتی، کیونکہ وہ ایسی معمولی اور سادی غذا کے عادی نہیں ہوتے تھے، حضرت حفص ابن العاصؓ آپ کے کھانے کے وقت اکثر موجود رہتے مگر کھانے میں شریک نہیں ہوتے تھے، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے وجہ پوچھی تو کہا: کہ آپ کے دسترخوان پر سادہ اور معمولی غذا ہوتی ہے، ہم لوگ لذیذ اور نفیس کھانوں کے عادی ہیں، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: کیا تم سمجھتے ہو کہ میں قیمتی اور لذیذ کھانا کھانے کی قدرت نہیں رکھتا؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر قیامت کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی

تم لوگوں کی طرح دنیوی عیش وعشرت کا دلدادہ ہوتا۔

☆ حضرت عثمان غنیؓ کا یہ عالم تھا کہ گھر میں معمولی تیل زیادہ جلانے پر بیوی سے حساب لیتے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی سائل کو بھیجتے تو اللہ کے راستہ میں دل کھول کر مدد کرتے تھے اور اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے میں کبھی ہاتھ نہیں روکا اور زیادہ سے زیادہ آخرت کمائی۔

☆ حضرت علیؓ کا یہ عالم ہے کہ امیر المومنین ہوتے ہوئے، اقتدار اور طاقت رکھتے ہوئے یہودی کے پاس سے ناجائز طریقہ سے زرہ لینا گوارا نہ کیا بلکہ قاضی کے پاس مقدمہ داخل کیا اور گواہ پیش نہ کرنے پر قاضی نے امیر المومنین کے خلاف فیصلہ دے دیا، یہ سب خدا سے ڈرنے اور آخرت میں جوابدہی کا اثر تھا جو طاقت وقوت رکھ کر بھی مقدمہ ہار گئے اور شرعی حدود کی پابندی کو اصل سمجھا اور اللہ کے حدود کو نہیں توڑا۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے مدینہ میں نکاح کیا، نکاح اتنی سادگی اور خاموشی سے ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تک اس کی خبر نہ ہوئی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی اور ان کے کپڑے پر خوشبو اور شادی کا رنگ دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ دریافت فرمائی تو آپؓ نے بتلایا کہ انہوں نے نکاح کیا ہے، آخر یہ سادگی آخرت کی فکر ہی کا نتیجہ تھا۔

☆ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں اور غلاموں پر ظلم وزیادتی سے بار بار روکا اور احساس دلایا کہ ان کی نافرمانی سے بڑھ کر سزا مت دو، اور جانوروں کو کھانے پینے، چارے میں کمی کر کے اور زیادہ سامان لاد کر تکلیف نہ پہنچاؤ، ورنہ آخرت میں ان کے کھروں اور سینگوں اور پیروں سے کچلوایا جائے گا اور جانوروں تک کو بدلہ دلایا جائے گا۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس کچھ غریب اور مسکین لوگوں نے اپنی حاجت پیش کی، آپؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان کو سنایا کہ قیامت کے دن مالدار لوگوں کے مقابلہ فقراء اور مسکین چالیس برس پہلے جنت میں چلے جائیں گے، ان لوگوں نے یہ سن کر سوال کرنے سے پرہیز کر کے صبر کرنے کا عہد کیا (مسلم)، غور کیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر کتنا یقین تھا کہ وہ آخرت کے مقابلہ دنیا کی تکلیف کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں اگر کوئی پیٹ بھر کھا کر ڈکار لے لیتا تو آپ ؐ فرماتے: ڈکار آنے تک کھانا کھانے سے پرہیز کیا کرو اور فرمایا زیادہ کھانے والا قیامت کے دن زیادہ بھوکا رہے گا، ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ زیادہ کھانے والوں کے جسم موٹے ہو جاتے، دل خواہشات کا مرکز بن جاتا اور نفسانیت زور پکڑتی ہے اور انسان عیش اور آرام پسند ہو جاتا ہے، اس سے محنت کم ہوتی ہے۔

☆ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قبر کے بارے میں دریافت فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عذاب قبر حق ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود دعاؤں میں عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ بھی مانگتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

☆ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے جو پہلے یہودی عالم تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد جلیل القدر صحابی کا مرتبہ پایا، صاحب علم تھے صاحب مال بھی تھے، اپنے اندر سے تکبر کو توڑنے اور غرور کو مٹانے کے لئے معمولی معمولی کام کرتے، مثلاً لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھا کر لاتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جنت میں وہ شخص داخل نہ ہوگا جو رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر رکھتا ہو، غرور اور تکبر کرنے والوں کو قیامت میں اللہ تعالیٰ سب سے چھوٹا جسم دے گا اور ذلیل کرے گا، ذرا غور کیجئے کہ ایک بڑے آدمی کو مال و دولت اور علم رکھتے ہوئے آخرت کا کتنا احساس ہے، وہ کیسے آخرت کی خاطر اپنے آپ کو ذلیل کر رہا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ کو جب ایک مقام کا گورنر بنایا گیا اور ان کے دل میں گورنری کا احساس پیدا ہوتا تو وہ لوگوں کے سامنے معمولی معمولی کام کر کے اپنے آپ کو بے حیثیت کر لیتے۔

☆ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کو آگ بنا کر اس سے چرکے دئے جانے کا احساس دلایا، ایک عورت کے ہاتھ میں سونے کی چوڑیاں پہنے دیکھ کر فرمایا: کیا تم اس کی زکوٰۃ نکالتی ہو؟ اس نے کہا نہیں! تو آپ ؐ نے فرمایا: کیا تم یہ گوارا کرسکو گی کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں آگ کی چوڑیاں پہنائے؟ اس نے فوراً توبہ کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا، ذرا سوچئے آخرت میں پکڑ کا کتنا احساس عورت میں پیدا ہوا۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سامان کے تعلق سے صحابہؓ کو یہ تاکید فرمائی کہ تم اپنی زندگی میں اتنا ہی سامان رکھو جتنا مسافر سفر میں ضرورت کے لئے ساتھ رکھتا ہے۔

☆ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اپنی خوشحالی کے زمانہ میں پچھلے زمانہ کو یاد کر کے روتے اور کہتے کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت حمزہؓ کو جو ہم سے بہتر تھے کفن میں ایک چادر تک صحیح نہ ملی، گھاس پھوس سے ان کے جسم کا کچھ حصہ ڈھانکا گیا، اور آج ہم پر دنیا کو کشادہ کر دیا گیا، کھانے کے لئے عمدہ غذائیں ملنے لگیں، اب ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں ہماری اطاعت و فرمانبرداری کے اعمال کا دنیا ہی میں بدلہ تو نہیں دے دیا جا رہا ہے؟ خدانخواستہ ہم آخرت کے اجر و ثواب سے کہیں محروم نہ کر دئے جائیں؟ کتنا زبردست آخرت کا احساس ہے۔

☆ صحابہؓ اکثر یہ کہا کرتے کہ کاش ہم تنکا ہوتے یا پتہ یا لکڑی یا درخت یا پرندہ ہوتے، جو اپنی زندگی گذار کر چلے جاتے، ان کا حساب کتاب نہیں ہوتا، غرض یہ کہ صحابہؓ کی زندگی کے تمام واقعات میں آخرت کا زبردست تصور ملتا ہے اور وہ ہر کام آخرت کو سامنے رکھ کر کیا کرتے تھے، وہ کبھی بھی آخرت سے غافل نہیں ہوتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جن کو عمر ثانی کہا جاتا ہے وہ بہت محتاط زندگی گذارتے اور قدم قدم پر آخرت میں جوابدہی کا احساس رکھتے، چنانچہ آپؒ نے امیر المومنین ہوتے ہی اپنے سے پہلے لوگوں کی غلطیوں اور گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لئے ناجائز طریقہ سے لوگوں سے لیا گیا سارا مال واپس کر دیا اور انصاف کا اعلان کیا، ایک مرتبہ آپ نے اپنے غلام کو پانی گرم کرنے کے لئے کہا تو آپ کے غلام نے بیت المال کی لکڑیوں سے پانی گرم کیا، آپ کو معلوم ہوا تو فوراً آپ نے ایک درہم کی لکڑیاں منگوا کر بیت المال میں داخل کر دیں۔

آپ نے ایک مرتبہ اپنی بیوی کے سامنے انگور کے کھانے کی خواہش ظاہر فرمائی، آپ نے اپنی بیوی کے پاس پیسے پوچھے، بیوی نے کہا کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں، پھر بیوی نے فرمایا آپ امیر المومنین ہیں پھر بھی آپ کے پاس انگور خریدنے کے لئے پیسے نہیں، آپ نے

فرمایا کہ میں بیت المال کے پیسوں سے انگور خرید کر دوزخ کا عذاب نہیں لینا چاہتا، بہتر ہے کہ انگور کی خواہش کو دل ہی تک رکھوں، آپ ہر روز عالموں کو بلا کر حشر کے واقعات، موت کے واقعات، قیامت کے واقعات اور جنت ودوزخ کے حالات سنتے اور روتے رہتے تھے۔

آپ پر جو ذمہ داری خلافت کی ڈالی گئی تھی اس کے حساب وکتاب سے بہت ڈرتے، جب آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو رونے لگے، لوگوں سے بیعت لینے کے بعد گھر کے اندر آئے، ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی، بیوی نے خیریت دریافت کی تو فرمایا: خیریت کہاں؟ میری گردن پر ساری امت کا بوجھ رکھ دیا گیا ہے، ڈر ہے کہ آخرت میں پکڑ میں نہ آ جاؤں۔

جب ایمان بنتا اور آخرت کا یقین پختہ ہوتا ہے تو عام مسلمان کی طرز زندگی بھی مثالی ہوتی ہے، ایک تاجر اپنے کاروبار کی غرض سے دورے کرتا تھا، اتفاق سے وہ شہر سے دیر سے آنے لگا، بیوی کو شک ہوا، اس نے اپنے خادمہ کو اس کی تحقیق کے لئے پیچھے بھیجا، بیوی کو معلوم ہوا کہ اس کے شوہر نے دوسری شادی کر لی ہے، اس لئے وہ وہاں بھی رہنا شروع کر دیا ہے، کچھ دنوں بعد تاجر کا انتقال ہو گیا، تاجر کی پہلی بیوی نے تاجر کی پوری دولت و جائیداد کو آدھا آدھا کر کے دوسری بیوی کے پاس بھیجا اور یہ خط لکھا کہ بہن آپ کے اور میرے شوہر ہی کے درمیان یہ راز تھا جو میں اپنے خادمہ سے جان گئی، مگر اب ہمارے شوہر دنیا میں نہیں رہے، ان کا انتقال ہو چکا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق آپ آدھے مال کی حقدار ہیں، میں آخرت میں اللہ کے پاس جوابدہ ہوں اور آخرت کے عذاب سے بچنا چاہتی ہوں اس لئے اس مال کو قبول کر لیجئے، دوسری بیوی نے یہ خط لکھتے ہوئے اس مال کو واپس کر دیا کہ بہن مجھے بہت دکھ ہوا کہ آپ کے شوہر انتقال کر گئے، یہ صحیح ہے کہ انہوں نے مجھ سے نکاح کیا تھا مگر بعد میں وہ مجھے طلاق دے چکے تھے، اس لئے میں اس وقت ان کی مطلقہ ہوں، اس مال میں میرا حق نہیں ہے، مجھے بھی آخرت میں پکڑ کا ڈر ہے اور اللہ کے پاس جواب دینا ہے، میں دنیا کے مال کی خاطر آخرت کا عذاب نہیں خرید سکتی۔

یہ کوئی کہانی نہیں بلکہ آخرت پر یقین رکھنے اور اللہ تعالیٰ کے پاس پکڑ کا احساس رکھنے

والے بندے اور بندیوں کی داستان ہے جو ہمارے لئے نصیحت وعبرت ہے، ہم یہ واقعات دماغ کے مزوں کے لئے پڑھتے ہیں مگر ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

افسوس اس بات ہے کہ ہمارے سامنے صحابہؓ اور تابعین کے وہ واقعات پیش کئے جاتے ہیں جن میں آپ حضرات نے شہادت پائی یا اسلام قبول کرنے کے بعد ایمان کی خاطر اہل وعیال، وطن اور مال سے محروم کر دئے گئے مگر صحابہؓ کی زندگیوں کے وہ واقعات پیش نہیں کئے جاتے جو مختلف شعبوں میں عقیدۂ آخرت کا زبردست احساس رکھتے ہوئے زندگی گذارتے تھے، حالانکہ انہی واقعات سے عام مسلمانوں کی زندگی میں آخرت کا احساس اور جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم بھی انہی کی طرح آخرت کے تصور کے ساتھ دنیا کی زندگی گذارے۔

عقیدۂ آخرت کو مضبوط کرنے کی مشق اور تربیت کا آسان طریقہ

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو امتحان وآزمائش کی جگہ بنایا اور اس امتحان گاہ کے امتحان کی تیاری اور مشق کرانے کے لئے دنیا میں بہت ساری چیزوں کو رکھا ہے، چنانچہ عقیدۂ آخرت کو تازہ اور مضبوط کرنے کے لئے بہت سارے طریقے ہیں، سب سے بڑا اور آسان طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھا جائے اور اس میں حشر، جنت، دوزخ کے واقعات سے عبرت حاصل کی جائے، احادیث میں موت، سکرات، قبر، عذابِ قبر، برزخ کے واقعات کو بار بار پڑھا اور سنا جائے اور بار بار موت کو یاد کیا جائے، جب موت یاد رہے گی تو موت کے بعد والی زندگی بھی یاد رہے گی، اپنے بچوں کے اندر ایمان کو مضبوط اور پختہ کرنے کے لئے آخرت والے، قیامت کے تمام حالات اور جنت ودوزخ کے واقعات خاص طور پر سناتے رہئے، اس سے بچوں میں بچپن ہی سے یقین کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اس لئے کہ بچپن میں بچے کے ذہن میں جو چیز بیٹھ جاتی ہے وہ زندگی بھر ذہن سے نہیں نکلتی۔

اسی طرح زندگی کے تمام شعبوں میں انسان کو دو راستے رکھے گئے، ایک جنت والا راستہ، دوسرا دوزخ والا راستہ، انسان اگر جان بوجھ کر خوشی خوشی مرضی اور چاہت کے ساتھ

جنت والے راستے کو اختیار کر کے جنت والے اعمال اختیار کرے گا اور جان بوجھ کر جہنم کے راستے اور جہنمی اعمال کو ترک کرے گا تو اس میں عقیدۂ آخرت مضبوط سے مضبوط اور بڑھتا ہی رہے گا، مثلاً اگر کوئی شراب، زنا، سود، ناچ گانے، حرام و ناجائز کاموں کو چھوڑے گا تو عقیدۂ آخرت میں جان پیدا ہوگی، نماز کی پابندی عقیدۂ آخرت کو مضبوط کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی پکڑ کا احساس دلاتی ہے، حج ادا کرنے سے عقیدۂ آخرت زندہ ہوتا اور بڑھتا ہے، اگر ایک عورت بے پردہ پھرے، کوئی جوڑے گھوڑے کی رقمیں لے اور حرام مال کھائے اور برہنہ پھرے یا جاہلانہ رسوم و رواج کرے یا سنتوں کو جان بوجھ کر چھوڑتے ہوئے یہود و نصاریٰ کی تہذیب و تمدن کو اختیار کرے تو عقیدۂ آخرت کمزور سے کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔

اسلام نے ایمان والوں میں عقیدۂ آخرت کو زندہ اور مضبوط کرنے کے لئے اور بار بار اس کی عملی تربیت اور مشق کرانے کے لئے ایک انتظام یہ بھی کیا ہے کہ اس نے مسلمان پر دوسرے مسلمان کے جنازہ میں شریک ہونے کی ترغیب دی ہے اور ہدایت کی ہے کہ ہر مسلمان اپنے ایمان والے بھائی کی تدفین میں شرکت کرے۔

چنانچہ ایک طرف اسلام میت کو غسل دینے، کفنانے اور جنازے میں ساتھ چلنے، کندھا دینے اور دفن کرنے پر ثواب کا اعلان کرتا ہے تو دوسری طرف جنازہ میں شریک ہونے والوں کے لئے عقیدۂ آخرت یعنی ایمان بالآخرۃ کے مضبوط ہونے اور آخرت پر یقین بڑھانے کی عملی مشق اور تربیت بھی کراتا ہے، جنازہ میں شریک ہونے والوں کو اس بات کا احساس کراتا اور عبرت دلاتا ہے کہ ”اے انسانو! یہ دنیا کی زندگی تمہارے لئے مستقل قیام گاہ نہیں، اسے ایک نہ ایک دن چھوڑنا ہے، کوئی بھی یہاں مستقل رہنے کے لئے نہیں آیا، یہ میت اس بات کی گواہ اور شاہد ہے، جس طرح اس انسان پر جو کل تک تمہارے ساتھ رہتا تھا، تم سے ملتا جلتا تھا، آج موت کے ذریعہ اس دنیا سے غائب ہو چکا ہے، ایک دن تم پر بھی موت آنے والی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ یہ پہلے جا رہا ہے اور تم اس کے بعد جاؤ گے“۔

اے انسانو! دنیا کی زندگی میں تم جو کچھ کماتے، عالیشان محلات بناتے، عہدہ اور کرسی

کے ذریعہ اپنی قوت کا اظہار کرتے ہو، غرض یہ کہ تمہاری دولت، تمہارا عہدہ اور حکومت تمہاری جائیداد، دنیا کی قابلیتیں، عالیشان مکانات ومحلات، آرام دہ سامان، سب کچھ تم سے چھوٹ جانے والا ہے، اس پر یہ میت اور مرا ہوا انسان گواہ ہے، جو آج تک دنیا میں اپنا حکم چلاتا، جس کے آگے پیچھے فوج اور پولیس دوڑتی، مگر اب کچھ ہی دیر میں قبر کے گڑھے میں ڈال دیا جائے گا اور اس کا جسم بھی دنیا سے غائب ہو جائے گا، پھر دنیا میں کبھی بھی واپس نہیں آئے گا اور تم اس سے اس دنیا میں پھر مل نہ سکو گے، موت کے ذریعہ اس کی آخرت کی منزل شروع ہو چکی ہے، تم خود اس کو قبر میں اتار کر دروازہ بند کر کے آخرت کی منزل کی طرف روانہ کر رہے ہو، اس کے ساتھ صرف اس کا ایمان اور عمل ہی جا رہا ہے، اگر اس نے اللہ تعالیٰ کو مان کر اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وغلامی کی ہے تو پھر اس کی دنیا سے یہ واپسی کامیاب ہے اور اگر اس نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا اور اس کو نہیں پہچانا اور اس کے نبی کو جھٹلایا تو اس کی واپسی گھاٹے اور خسارے کی ہے، دنیا کی زندگی میں اس نے آخرت سنوارنے کے بجائے برباد کر لی ہے، حالانکہ اس نے بھی ہزاروں انسانوں کو اپنے سامنے مرتا ہوا اور دنیا چھوڑتا ہوا دیکھا تھا اور دوسرے انسانوں کی موت ہر روز ہر گھڑی بار بار آخرت کی یاد دلاتی رہی، اے زندہ انسانو! اس کی موت سے تم عبرت نصیحت اگر حاصل نہ کرو اور اسی کی طرح غافل اور آخرت کی تیاری کر کے زندگی نہ گذارو تو یہ تمہارے لئے بھی بہت بڑا گھاٹا اور نقصان ہے، تم میں عقلمند اور سمجھدار وہ لوگ ہیں جو دنیا میں رہ کر آخرت کی تیاری کر رہے ہیں۔

ایک عقلمند باشعور مسلمان جب جنازہ میں شریک ہوتا ہے، اس کو اپنے ہاتھوں سے کفناتا اور دفن کرتا ہے تو اس پر آخرت کا خوف اور اس کے گہرے جذبات واحساسات جاگ اٹھتے ہیں اور وہ جنازہ کو دیکھ کر اپنی آخرت کو یاد کرنا شروع کر دیتا ہے، میت کو دفن کرنے کے بعد اس پر گناہوں سے نفرت اور نیکیوں سے محبت کا غلبہ زیادہ ہو جاتا اور آخرت کے خیالات میں گم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اور زیادہ ڈرنے والا بن جاتا ہے، اپنی زندگی میں تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس کو ہر ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کے پاس جواب دینے کا

احساس بڑھ جاتا ہے، وہ دنیا کو آخرت کی تیاری کے لئے استعمال کرتا ہے اور دنیا میں زیادہ سے زیادہ آخرت کو کمانے میں لگ جاتا ہے۔

غیر مسلم جنازوں میں شرکت کے باوجود غافل ہی بنے رہتے ہیں!

اس کے برعکس غیر مسلم کی کیفیت ایک غافل انسان ہی کی طرح رہتی ہے، وہ بھی اپنے دوست احباب اور رشتہ داروں کے جنازوں میں شریک ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کو کبھی اپنی موت یاد نہیں آتی، وہ میت کو اپنے ہاتھ سے جلاتا اور جلتے ہوئے دیکھتا ہے مگر کبھی اپنے مرنے کے بارے میں دل سے نہیں سوچتا، صرف رسمی انداز میں موت کا تذکرہ کرتا ہے، اس کو اپنی آخرت کا احساس ہی پیدا نہیں ہوتا، میت میں شریک ہونے اور اپنے باپ دادا کو اپنے سامنے مرتا ہوا دیکھنے کے باوجود اس کو گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی رغبت نہیں ہوتی، وہ بس اللہ تعالیٰ سے غافل ہی غافل بنا رہتا ہے، اس کی زندگی میں اللہ کی نافرمانی اور بغاوت کم ہونے کے بجائے ویسی ہی رہتی ہے یا اور اس میں اضافہ ہوتا ہے، چنانچہ بہت سے لوگ رشتہ دار کی موت کے موقع پر شراب پیتے ہیں اور دوسرے گناہ کے کام کرتے ہیں یا پھر موت کی خبر سے گھبراتے ہیں اور بعض تو باجا بجا کرناچتے بھی ہیں۔

بے شعور مسلمان بھی جنازہ میں شریک ہو کر غافل ہی بنے رہتے ہیں!

بہت سارے بے شعور مسلمان اپنے دوست احباب اور رشتہ داروں کے جنازوں میں شریک ہونے کے باوجود کچھ بھی عبرت و نصیحت حاصل نہیں کرتے، وہ بھی غیر مسلموں کی طرح غافل کے غافل بنے رہتے ہیں، ان کے نزدیک جنازوں میں شرکت کرنا، جنازہ کے ساتھ چلنا اور کندھا دینا، دفن کرنا وغیرہ یا تو ثواب کی خاطر یا رسمی انداز یا مجبوری کی حد تک ہوتا ہے، قبرستان میں کھڑے ہو کر دنیا کی باتیں کرتے، ہنستے اور گھر واپس آکر پھر لہو ولعب میں لگ جاتے ہیں، بے پردہ پھرنے والے، بے پردہ پھرتے، رشوت و

ناجائز مال، جوڑے کی رقمیں لینے والے حرام مال لیتے، نماز نہ پڑھنے والے نماز نہیں پڑھتے، غرض کہ ان کی زندگی میں رتی برابر تبدیلی نہیں آتی، وہ قبرستان سے واپس آکر نہ آخرت کو یاد کرتے اور نہ آخرت کی کچھ تیاری کی فکر کرتے ہیں، وہ پہلے جیسے نافرمان ہوتے ہیں بعد میں بھی نافرمان ہی بنے رہتے ہیں۔

غرض عقیدۂ آخرت کو تازہ کرنے اور آخرت پر یقین بڑھانے کے لئے جنازہ کی شرکت مسلمان کے لئے ایک بہت بڑی تربیت اور مشق کا نظام ہے، جو لوگ جنازہ میں شریک ہونے اور میت کو اپنے ہاتھوں دفن کرنے کے باوجود آخرت کی تیاری نہیں کرتے بلکہ غافل کے غافل بنے رہتے ہیں، وہ گویا عمل سے اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ یا تو آخرت کے آنے پر ان کو یقین نہیں یا اگر ہے تو انتہائی کمزور ہے جو صفر کے درجہ میں ہے، عقیدۂ آخرت کو صرف جان لینا اور مان لینا کافی نہیں بلکہ عمل سے اس کی تیاری میں زندگی گذارنا ضروری ہے، اس لئے ایسی زندگی مت گذاریئے جس سے یہ ظاہر ہو کہ زبان سے آخرت کا انکار تو نہیں کر رہے ہیں مگر عمل سے ایسا ظاہر ہو رہا ہے کہ ہم میں اور آخرت کا انکار کرنے والوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

کتاب کے ضخیم ہونے کے ڈر سے اس مضمون کو یہیں پر ختم کیا جا رہا ہے، اس کے علاوہ حشر، جنت وجہنم کے حالات پر انشاء اللہ تعالیٰ علٰحدہ کتاب شائع کی جائے گی تا کہ ہم اپنے بچوں کو حشر، جنت اور جہنم کے واقعات سنا کر ان کے اندر بچپن ہی سے عقیدۂ آخرت کو زندہ کرسکیں۔

☆ اللہ ☆